

نام کتاب : العروۃ فی مناسک الحج والعمرة

”فتاویٰ حج و عمرہ“ (حصہ چہارم)

تالیف : شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرم ۱۴۴۰ھ / جولائی ۲۰۱۹ء

اشاعت نمبر : 303

تعداد اشاعت : 5200

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

العروۃ فی مناسک الحج والعمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ چہارم)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

52	کیا آب زمزم ٹوپی اتار کر پینا چاہیے؟
54	کیا مسجد قباء میں ایک نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے؟
60	صرف عمرہ ادا کرنے والے کو حاجی کہنا کیسا؟
64	دم کی ادائیگی کرنے والے کیا اپنے دیئے گئے دم کا گوشت کھا سکتے ہیں؟
65	حالت نماز میں عورت کا نقاب کرنا
69	آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینا کیسا؟
71	کیا زمزم شریف سے بھوک مٹتی ہے اور شفاء کا حصول ہوتا ہے؟
78	مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چالیس نمازیں پڑھنے کی فضیلت کا ثبوت
80	مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی فضیلت کا حصول کیا جماعت کے ساتھ ادائیگی پر موقوف ہے؟
83	مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ
90	مسجد ہی میں اسپرے اور آب زمزم سے وضو کرنا کیسا؟
92	حائضہ مکمل طواف زیارت کر لے تو اس پر کیا لازم ہوگا جبکہ وہ مکہ میں ہو؟
95	ماخذ و مراجع

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
05	پیش لفظ
07	جنایات
07	طواف زیارت کا موقع ملا لیکن نہ کیا اور ماہواری آگئی تو دم لازم ہے
12	جرم غیر اختیاری میں کفارہ
15	حج کی سعی باقی ہوتے ہوئے عمرہ کا احرام باندھنا کیسا؟
24	کیا عمرہ کی سعی حج کی سعی کی طرف منتقل ہوگی؟
26	حیض کے سبب مکمل طواف وغیرہ چھوڑ کر وطن آ جانے والی پر کیا حکم ہوگا؟
28	طواف عمرہ سے قبل حائضہ کی واپسی ہو تو وہ کیا کرے؟
35	آفاقی بلا احرام حدود حرم میں داخل ہو جائے تو کیا حکم ہوگا؟
41	حائضہ کو بلا احرام مدینہ سے مکہ جانا کیسا؟
43	سفر
43	مقیم سفر کا ارادہ کرنے سے مسافر نہ ہوگا
45	کیا بوڑھی عورت محرم کے بغیر عمرہ پر جاسکتی ہے؟
48	متفرق
48	بئر زمزم کے حوالے سے معلومات
50	کیا آب زمزم جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے؟

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رکن ہے جس کی ادائیگی صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسک حج و عمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج و عمرہ کے لئے کُتب فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج و عمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھا در میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیت حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اسی لئے لوگ حج و عمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رُجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج و عمرہ اور اس سفر میں پیش آنے

والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے آپ کچھ زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء میں دوران حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ اس طرح دو حصے تیار ہوئے اور دسواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/ جون ۲۰۱۷ء کو شائع ہوا اور گیارہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ/ جولائی ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ پھر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے سفر حج میں اور کچھ دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے حج و عمرہ کے بارے میں جو فتاویٰ لکھے ان کو جب ترتیب دیا گیا تو تین حصے تیار ہوئے۔

جن میں سے بارہواں حصہ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ/ مئی ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا، تیرہواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ/ جون ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا اور چودہواں حصہ اس ماہ یعنی جولائی میں ”جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان“ اپنے سلسلہ اشاعت کے ۳۰۳ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

جَنَائِبَات

طواف زیارت کا موقع ملا لیکن نہ کیا اور ماہواری آگئی تو دم لازم ہے

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گروپ میں ایک خاتون کو گیارہ (۱۱) ذوالحجہ کو عادت کے مطابق ماہواری آگئی اور اس نے ابھی طواف زیارت نہ کیا تھا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کی قربانی دیر سے ہوئی اور وہ شام میں تقصیر کر کے دیر سے احرام سے باہر نکلی اب رات میں یا صبح ماہواری شروع ہوگئی۔ اب یہ خاتون کب طواف زیارت کرے گی اور ان پر کچھ لازم تو نہ آئے گا؟

(السائل: c/o محمد اقبال الضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقّدر الجواب: صورتِ مسئلہ میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ طواف زیارت (۱) اور دس تاریخ کے اعمال ثلاثہ (رمی، قربانی اور تقصیر) کے درمیان ترتیب واجب نہیں پھر یہ جاننا چاہیے کہ طواف زیارت کا وقت دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے۔

چنانچہ امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

وهو وقته - فأولّه حين يطلع الفجر الثاني من يوم النحر، بلا خلاف بين أصحابنا، حتى لا يجوز قبله - (۲)

(۱) اس طواف کے مزید پانچ نام یہ بھی ہیں: طوافِ افاضہ، طوافِ فرض، طوافِ رکن، طوافِ یوم النحر، اور طوافِ واجب۔

كما في البحر العميق، الباب الثاني عشر: في الأعمال المشروعة يوم النحر إلخ، الرابع من الأعمال المشروعة يوم النحر: طواف الإفاضة، ۱۸۲۸/۳

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی وقت الطواف، ۷۸/۳

یعنی، طواف زیارت کا اوّل وقت ہمارے اصحاب کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے وہ وقت ہے کہ جب یومِ نحر کو فجرِ ثانی (صبح صادق) طلوع ہو یہاں تک کہ اس سے قبل جائز نہیں۔

اور امام ابوبکر بن علی بن محمد حدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: ووقته: أيام النحر، وأوّل وقت الطواف بعد طلوع الفجر من يوم النحر لأن ما قبله من الليل وقت للوقوف بعرفة، والطواف مرتّب عليه - (۳)

یعنی، طواف زیارت کا وقت ایامِ نحر ہے، اور طواف کا اوّل وقت یومِ نحر (۱۰ ذوالحجہ) کو طلوعِ فجر کے بعد ہے کیونکہ جو اس (طلوعِ فجر) سے پہلے رات سے ہے وہ عرفہ میں وقوف کا وقت ہے، اور اسی پر طواف مرتّب ہے۔

اور علامہ فقیہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ محمد بن ولی بن رسول از میری حنفی متوفی ۱۱۶۵ھ لکھتے ہیں: (ووقته) أي: وقت طواف الزيارة (بعد طلوع الفجر) يوم (النحر) إلى آخر أيام النحر كوقت الأضحية، إلا أن الأضحية لم تشرع بعد أيام النحر، والطواف مشروع بعدها. إلا أنه يكره تأخيره عن هذه الأيام على ما أشار إليه بقوله: (وهو) أي: الطواف (فيه) أي: في أوّل يوم النحر (أفضل) كما في التوضيح، وفي الحديث: أفضلها: أوّلها - (۴)

یعنی، طواف زیارت کا وقت یومِ نحر کی طلوعِ فجر کے بعد سے ایامِ نحر کے آخر تک ہے جیسے قربانی کا وقت ہے سوائے اس کے کہ قربانی ایامِ نحر کے بعد مشروع نہیں ہے، اور

(۳) الجوهرۃ النيرة، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزيارة، ۳۸۳/۱

(۴) ملتقى الأبحر وشرحه كمال الدراية وجمع الرواية والدراية من شروح ملتقى الأبحر، کتاب

الحج، فصل فی دخول مكة، ۵۲۷/۲

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

طواف اس کے بعد شروع ہے۔ مگر یہ کہ اس کو مؤخر کرنا ان دنوں سے مکروہ تحریمی (۵) ہے اسی پر ماتن نے جو کہ اپنے قول کے ساتھ اشارہ فرمایا کہ طواف یوم نحر کے اول میں افضل ہے جیسا کہ قربانی میں ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ اس کا افضل وقت اُس کا اول ہے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: اول وقت طواف الزيارة: طلوع الفجر الثاني من يوم النحر، فلا يصح قبله. (۶)

یعنی، طواف زیارت کا اول وقت یوم نحر کی طلوع فجر ثانی ہے پس اس سے قبل صحیح نہیں۔

اور یہ بات واضح کر دی گئی کہ یوم نحر میں اعمال ثلاثہ اور طواف زیارت کے مابین ترتیب واجب نہیں اور طواف زیارت کا وقت بھی یوم نحر کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ یہاں مذکورہ خاتون کی جانب سے کوتاہی پائی گئی ہے، کیونکہ اُسے اتنا وقت ملا تھا کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف زیارت کے چار چکر لگالیتی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا جس کی وجہ سے ایسی عورت پر تاخیر کا دم لازم ہوگا۔

چنانچہ علامہ شیخ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: ولو حاضت بعد ما قدرت على الطواف فلم تطف حتى مضى الوقت لزما الدم لأنها مقصورة بتفريطها - (۷)

(۵) كما في الباب في شرح الكتاب، كتاب الحج، فصل في طواف الزيارة أو الإفاضة، تحت قوله: ويكره، ص: ۱۷۴

(۶) لباب المناسك و عباب المسالك، باب طواف الزيارة، فصل في وقت الطواف، ص: ۱۵۷

(۷) البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: وكره تأخيره عن أيام النحر، ۲/ ۹۰۹

یعنی، اگر وہ حائضہ ہوگئی بعد اس کے کہ وہ طواف پر قدرت رکھتی تھی پس اُس نے طواف نہ کیا یہاں تک کہ وقت گزر گیا تو اُسے دم لازم ہوگا کیونکہ وہ اپنی غفلت کے سبب سے کوتاہی کرنے والی ہے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: ولو حاضت في وقت تقدر على أن تطوف فيه أربعة أشواط فلم تطف لزما دم التأخير - (۸)

یعنی، اگر عورت اُس وقت میں حائضہ ہوگئی کہ وہ (اس سے پہلے) اس پر قدرت رکھتی تھی کہ وہ اس میں چار چکر طواف کر لیتی پس اُس نے طواف نہ کیا تو اُسے تاخیر کا دم لازم آئے گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: ولو حاضت بعد ما قدرت على الطواف فلم تطف حتى مضى الوقت لزما الدم لأنها مقصورة بتفريطها أي: بعد ما قدرت على أربعة أشواط - (۹)

یعنی، عورت حائضہ ہوگئی بعد اس کے کہ وہ طواف کرنے پر قدرت رکھتی تھی پس اس نے طواف نہ کیا یہاں تک کہ وقت گزر گیا تو اُسے (عورت کو) دم لازم آئے گا کیونکہ وہ اپنی غفلت کے سبب سے کوتاہی کرنے والی ہے۔ یعنی بعد اس کے کہ اُسے طواف کے چار چکروں پر قدرت تھی۔

اور ”موسوعہ فقہیہ کویتہ“ میں ہے: لو حاضت في أيام النحر بعد أن مضت عليها فترة تصلح للطواف فأخرت طواف الإفاضة عن وقته بسبب

(۸) لباب المناسك و عباب المسالك، باب الجنایات النوع الخامس في الجنایات في أفعال

الحج..... إلخ، فصل: طواف الزيارة للحائض، ص ۲۱۵

(۹) رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: في طواف الزيارة، تحت قوله: إن قدر أربعة أشواط، ۳/ ۶۱۶

الحیض وجب علیہا دم بهذا التأخیر عند الحنفیة۔ (۱۰)

یعنی، اگر وہ ایامِ نحر میں بعد اس کے کہ اُس پر زمانہ گزرا کہ وہ طواف کی صلاحیت رکھتی تھی پس اُس نے طوافِ افاضہ کو اُس کے وقت سے حیض کے سبب مؤخر کیا تو اُس پر اس تاخیر کے سبب سے حنفیہ کے نزدیک دم لازم ہوگا۔

اور جو فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ حائضہ کو طوافِ زیارت میں تاخیر کرنے میں کچھ لازم نہیں وہ اس کے ساتھ مقید ہے کہ اُسے طوافِ زیارت کے مشروع وقت میں اتنا وقت میسر نہ آیا ہو کہ جس میں وہ کم از کم چار پھیرے طوافِ زیارت کے ادا کر لیتی۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: وَكَذَا إِذَا أَخْرَتْ

طواف الزيارة إلى وقت طهرها فإنه لا يجب عليها شيء للعذر۔ (۱۱)

یعنی، اسی طرح جب اُس نے اپنے طہر کے وقت تک طوافِ زیارت کو مؤخر کیا پس اُس پر عذر کی وجہ سے کوئی شے لازم نہیں ہوگی۔

اس عبارت کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

إذا حاضت قبل أن تقدر على أكثر الطواف. (۱۲)

یعنی، جبکہ وہ اکثر طواف پر قدرت رکھنے سے قبل حائضہ ہو جائے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: فقولهم: لا شيء على الحائض

لتأخير الطواف مقيد بما إذا حاضت في وقت لم تقدر على أكثر الطواف، أو

(۱۰) الموسوعة الفقهية، حج، أحكام خاصة بالحج، الأول حج المرأة والحائض والنفساء، ۷۱/۱۷

(۱۱) البحر الرائق، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولو عند الصدر.... إلخ، ۶۴۹/۲

(۱۲) منحة الخالق، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: وكذا إذا أخرت طواف الزيارة.... إلخ،

حاضت قبل أيام النحر ولم تطهر إلا بعد مضي أيام النحر۔ (۱۳)

یعنی، پس فقہاء کرام کا قول کہ اُس (حائضہ) پر تاخیر طواف کی وجہ سے کوئی شے لازم نہیں وہ مقید ہے اس کے ساتھ کہ جب وہ ایسے وقت میں حائضہ ہوئی ہو کہ (اس سے قبل) وہ اکثر طواف (یعنی چار پھیروں) پر قدرت نہ رکھتی ہو یا ایامِ نحر سے قبل وہ حائضہ ہوئی ہو اور وہ پاک نہ ہوئی ہو مگر ایامِ نحر کے گزرنے کے بعد۔

بہر حال یہ بات واضح کر دی گئی کہ کس صورت میں اُس عورت پر دم لازم آئے گا اور کس صورت میں اُس پر دم لازم نہیں آئے گا۔ باقی رہی یہ بات کہ اب جبکہ وہ حائضہ ہو گئی ہے تو اب وہ اپنا طواف کس وقت میں کرے تو یہ یاد رہے کہ اُسے اس حالت میں طواف ممنوع ہے۔ اور حیض کی کم از کم مدت تین روز اور زیادہ سے زیادہ دس روز ہے لہذا جب ماہواری ختم ہو جائے تو غسل کر کے طوافِ زیارت کرے اور ایک دم بھی دے اور ساتھ توبہ بھی کرے کہ طوافِ زیارت میں تاخیر اس کی کوتاہی کی وجہ سے ہوئی ہے اور تاخیر میں کوتاہی پائی گئی یا نہیں اس کا فیصلہ عورت خود کرے یا اس کے ساتھ موجود محرم یا پھر حج میں موجود وہ علماء جو مناسکِ حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں اُن کی طرف رجوع کیا جائے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۱۲، ذوالحجة ۱۴۳۹ھ - ۲۳: اغسطس ۲۰۱۸م

FU-29

جرم غیر اختیاری میں کفارہ

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص

جوؤں کی سخت ایذا کے باعث عمرہ کی سعی سے پہلے ہی حلق کروا لے تو اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(۱۳) لباب المناسک و عباب المسالك، باب الجنایات النوع الخامس فی الجنایات فی أفعال

الحج..... إلخ، فصل: طواف الزيارة للحائض، ص: ۲۱۶

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورتِ مسئلہ میں ایسا شخص درج ذیل تین صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل کر سکتا ہے۔

(۱) وہ بکری ذبح کرے۔

(۲) چھ مسکینوں پر تین صاع کھانا اس طرح صدقہ کرے کہ ہر ایک مسکین کو آدھا صاع ملے۔

(۳) پے درپے یا متفرق تین دن روزے رکھے۔

چنانچہ امام ابوالحسن احمد بن محمد بغدادی قدوری متوفی ۴۲۸ھ اور علامہ شیخ عبد الغنی غنیمی دمشقی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں: (وإن تطيَّب أو حلق أو لبس من عذر فهو مُخَيَّرٌ: إن شاء ذبح شاةً، وإن شاء تصدَّق على ستة مساكين بثلاثة أصوع)..... (من طعام) على كل مسكين بنصف صاع (وإن شاء صام ثلاثة أيام) لقوله تعالى: (فقدية من صيام أو صدقة أو نسك. وكلمة "أو" للتخيير، وقد فسرهما رسول الله صلى الله عليه وسلم بما ذكرنا، والآية نزلت في المعذور، ثم الصوم يجزئه في أي موضع شاء؛ لأنه عبادة في كل مكان، وكذا الصدقة، لما بينا، وأما النسك فيختص بالحرم بالاتفاق؛ لأن الإراقة لم تُعرف قرابة إلا في زمان أو مكان، وهذا لم يختص بزمان؛ فتعين اختصاصه بالمكان)۔ (۱۴)

یعنی، اگر کسی نے عذر کے باعث خوشبو لگائی یا حلق کیا یا (سلا ہوا) کپڑا پہنا تو اُسے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بکری ذبح کرے، اگر چاہے تو چھ مسکینوں پر تین صاع کھانا اس طرح صدقہ کرے کہ ہر ایک مسکین کو آدھا صاع ملے اور اگر چاہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے

فرمان ”فقدية من صيام أو صدقة أو نسك“ کی وجہ سے تین دن روزے رکھے اور آیت کریمہ میں لفظ ”أو“ اختیار کے لئے ہے اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی وضاحت فرمائی ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اور یہ آیت معذور کے حق میں نازل ہوئی ہے، پھر روزہ رکھنا کسی بھی جگہ میں جائز ہے کیونکہ روزہ ہر جگہ میں عبادت ہے، اور اسی طرح صدقہ کا معاملہ ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا، اور بہر حال قربانی بالاتفاق حرم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ خون بہانا قربت نہیں پہنچانا جائے گا مگر زمانے یا جگہ میں اور خون بہانا چونکہ زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تو متعین ہوا کہ یہ مکان کے ساتھ خاص ہے۔

اور اس اختیار کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی جرم بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کی سخت ایذا کے باعث سرزد ہو جائے اور وہاں پر دم کا حکم ہو تو اُسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں۔

چنانچہ امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: جہاں دم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کی ایذا کے باعث ہوگا تو اُسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں۔ (۱۵)

اور چھ مسکینوں پر تین صاع کھانا صدقہ کرنے میں افضل یہ ہے کہ وہ حرم کے مساکین ہوں۔

چنانچہ علامہ شیخ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ ”المحیط البرہانی“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: قَالَ فِي الْمَحِيْطِ: وَالتَّصَدُّقُ عَلَى فُقَرَاءِ مَكَّةَ أَفْضَلُ، وَإِنَّمَا لَمْ

يَتَقَيَّدُ بِالْحَرَمِ لِإِطْلَاقِ النَّصِّ بِخِلَافِ الذَّبْحِ - (١٦)

یعنی، امام برہان الدین ابن مازہ بخاری حنفی نے ”محیط“ (۱۷) میں فرمایا ہے کہ مکہ کے فقراء پر صدقہ کرنا افضل ہے اور یہ حرم کے ساتھ مقید نہیں ہے کیونکہ نص مطلق ہے بخلاف ذبح کے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اور افضل یہ ہے کہ حرم کے مساکین ہوں - (۱۸)

لیکن اگر کسی نے مکہ کے علاوہ فقراء پر صدقہ کیا تو یہ جائز ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین أبو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری متوفی ۶۱۲ھ لکھتے ہیں: ولو تصدق علی غیر فقراء مکة جاز - (۱۹)

یعنی، اگر کسی نے مکہ کے علاوہ فقراء پر صدقہ کیا تو یہ جائز ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۱۷ جمادى الأولى، ۱۴۴۰ھ - ۲۳ يناير ۲۰۱۹م

FU-70

حج کی سعی باقی ہوتے ہوئے عمرہ کا احرام باندھنا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طواف زیارت اپنے وقت پر کر لے اور سعی نہ کرے کہ بعد میں کروں گا پھر رمی مکمل کر کے

(۱۶) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: وَإِنْ تَطَيَّبَ أَوْ لَبَسَ أَوْ حَلَقَ بِعُذْرٍ ذَبَحَ شَاةً أَوْ تَصَدَّقَ بِثَلَاثَةِ أَصْوَاعٍ عَلَى سَنَةِ أَوْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، ۲۴/۳

(۱۷) المحيط البرهانی، كتاب المناسك، الفصل الخامس: ما يحرم على المحرم وما لا يحرم، ۴۲۹/۱، وفيه: والأفضل أن يتصدق على فقراء مكة

(۱۸) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، مسئلہ ۱۱۶۲/۱

(۱۹) المحيط البرهانی، كتاب المناسك، الفصل الخامس: ما يحرم على المحرم وما لا يحرم، ۴۲۹/۱

منی سے واپسی پر چودہ (۱۴) تاریخ کو وہ مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھے تو اُس کے لیے کیا حکم ہوگا کہ اس نے حج کے افعال ابھی مکمل نہیں کیے کہ اس پر ابھی تک سعی باقی ہے اور عمرہ کا احرام باندھ لیا ہے اور عمرہ بھی ادا کر لیا ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں اُس پر کچھ لازم نہ آئے گا کیونکہ فقہاء کرام نے ایام نحر و ایام تشریق میں حلق سے قبل عمرہ کا احرام باندھنے پر عمرہ کو چھوڑ کر اس کی قضاء کرنے اور جمع بین احرامین کی وجہ سے دم کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح حلق کے بعد رمی جمار سے قبل اور ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھنے کی صورت میں عمرہ کے احرام کو چھوڑ کر بعد میں اس کی قضاء اور دم کا حکم دیا ہے لیکن سعی کے واجبات میں سے ہونے کے باوجود اس سے قبل عمرہ کے احرام کا تذکرہ نہیں کیا اور شاید یہ اس لیے کہ سعی طواف قدوم کے بعد کر لی جاتی ہے یا طواف زیارت کے بعد۔

چنانچہ مولانا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: ولعلہ لم يذكر السعى مع أنه من الواجبات للحج، لأنه قد يتقدم على الوقوف وقد يعقب طواف الزيارة - (۲۰)

یعنی، فقہائے کرام نے شاید سعی کا ذکر اس کے واجبات حج میں سے ہونے کے باوجود نہیں کیا، کیونکہ سعی کبھی وقوف عرفات سے پہلے ہوتی ہے اور کبھی طواف زیارت کے بعد ہوتی ہے۔

پھر مولانا علی قاری لکھتے ہیں: بل الظاهر من وضع المسألة في إحرامه بالعمرة أيام التشریق أن فيما بعدها ليس كذلك، ولو كان باقياً عليه السعى، (۲۰) المسلك المتقسط، باب إضافة أحد النسكين المختلفين إلى الآخر، تحت قوله: ولو أهل بها في

أيام النحر إلخ، ص: ۴۱۸

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لا سيما ورواية "الأصل" أنه لا يرفضها بعد الحلق، ثم من صحح الرفض علل بكون إحرامهما وقع في الأيام المنهي عنها - (٢١)

یعنی، بلکہ ایام تشریق میں احرام عمرہ کے وضع مسئلہ سے ظاہر ہے کہ ان ایام کے بعد عمرہ کا احرام باندھنا اس طرح نہیں ہے اگرچہ اس پر سعی باقی ہو خصوصاً "کتاب الاصل" کی روایت کہ وہ حلق کے بعد عمرہ کے احرام کو نہیں توڑے گا پھر جس نے چھوڑنے کو صحیح قرار دیا تو اُس نے علت اسے بنایا کہ ان دونوں کا احرام ممنوع ایام میں واقع ہوا ہے۔

پھر لکھتے ہیں: فلا يلزمه شيء بعدها أصلاً، سواء بقى عليه سعی أو لا . والله أعلم - (٢٢)

یعنی، پس اس کے بعد بالکل بھی کوئی شے لازم نہ ہوگی خواہ اس پر پہلے کی سعی باقی ہو۔ علامہ محمد بن عبد اللہ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ نے "تنویر الأبصار" میں اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے اس کی شرح "در مختار" میں اسے برقرار رکھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: (حج فأهل بعمره يوم النحر أو في ثلاثة أيام) بعده لزمته بالشروع، لكن مع كراهة التحريم (ورفضت) وجوباً تخلصاً من الإثم (وقضيت مع دم) للرفض (وإن مضى) عليها (صحّ وعليه دم) لإرتكاب الكراهة فهو دم جبر - (٢٣)

(٢١) المسلك المتقسط، باب إضافة أحد النسكين المختلفين إلى الآخر، تحت قوله: ولو أهل بها في أيام النحر إلخ، ص: ٤١٩

(٢٢) المسلك المتقسط، باب الجمع بين الإحرامين، تحت قوله: ولو أهل بها في أيام إلخ، ص: ٤١٩

(٢٣) تنویر الأبصار وشرح الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص: ١٧١

یعنی، حج کیا پھر یوم نحر یا یوم نحر کے بعد تین دنوں میں عمرہ کا احرام باندھا تو شروع کرنے سے اُسے عمرہ لازم ہو گیا لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اور عمرہ چھوڑنا گناہ سے خلاصی پانے کے لیے واجب ہوگا اور وہ چھوڑنے کی وجہ سے دم دینے کے ساتھ قضاء کرے گا اور اگر اُس نے عمرہ کو (اسی حال میں) پورا کر لیا تو اُس پر کراہت کے مرتکب ہونے کے سبب سے دم لازم ہوگا پس یہ دم جبر ہوگا۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نے "در مختار" کے حوالے سے نقل کیا: دسویں سے تیرھویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے، اگر باندھا تو توڑ دے اور اُس کی قضا کرے اور دم دے اور کر لیا تو ہو گیا مگر دم واجب ہے۔ (٢٤)

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں: اگر شخصے احرام بست بعمرہ بعد از وقوف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یا بعد الحلق والطواف قبل از سعی بین الصفا والمروة یا بعد الحلق والطواف والسعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صور واجب باشد بروی رفض عمرہ و نیز لازم آید بروی دم بواسطه رفض و اگر رفض نکرد واجب آید بروی دم بواسطه جمع میان دو نسک پس معلوم شد کہ آنچه کثیر الوقوع می شود در اہل مکہ کہ احرام می بندند برای عمرہ قبل از آنکہ سعی نمایند برای حج پس واجب آید بر ایشان دم بواسطه جمع بین النسکین كما صرح بذلك الشيخ على القارى و حنيف الدين المرشدى فى شرحيهما على المنسك (٢٤) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے، ۱/۱۱۹۳، ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی، الطبعۃ السادۃ: ۱۳۳۵ھ - ۲۰۱۴م

یعنی، اگر کوئی شخص وقوف (عرفات) کے بعد حلق سے قبل یا حلق کے بعد طواف زیارت سے قبل یا حلق و طواف کے بعد صفا و مروہ کے مابین سعی سے قبل یا حلق و طواف سعی کے بعد رمی جمار سے قبل عمرہ کا احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اسے عمرہ کا احرام توڑنا لازم ہے اور اس پر (عمرہ کا) احرام توڑنے کا دم (اور عمرہ کی قضاء) لازم ہوگی اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تو بھی اس پر دونسک کو جمع کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو اہل مکہ میں کثیر الوقوع ہے کہ سعی ادا کرنے سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو دونسک جمع ہونے کی وجہ ان پر دم لازم آتا ہے۔ اسی طرح ملا علی قاری اور شیخ حنیف الدین مرشدی نے ”المنسک المتوسط“ پر اپنی اپنی ”شرح“ میں اس کی تصریح ہے۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا: الْحَاجُّ إِذَا أَهْلَ بِعُمْرَةٍ فِي يَوْمِ النَّحْرِ أَوْ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ لَزِمَتْهُ وَيَلْزِمُهُ رَفْضُهَا فَإِنْ رَفَضَهَا يَجِبُ دَمٌ لِرَفْضِهَا وَعُمْرَةٌ مَكَانَهَا، وَإِنْ مَضَى عَلَيْهِ جَاَزَ وَعَلَيْهِ دَمٌ كَفَّارَةٌ وَإِذَا حَلَقَ ثُمَّ أَحْرَمَ لَا يَرْفُضُهَا، كَذَا ذَكَرَ فِي "الأصل"۔ (۲۶)

یعنی، حاجی نے جب نحر کے دن یا ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ اُسے لازم ہو گیا اور اس پر عمرہ کو توڑنا لازم ہے پس اگر وہ عمرہ کا احرام توڑ دیتا ہے تو احرام توڑنے کی وجہ سے اُس پر ایک دم اور اُس کی جگہ عمرہ لازم آئے گا اور اگر جاری رکھتا ہے تو جائز ہو گیا اور اُس پر کفارے کا دم لازم آئے گا اور جب حج میں حلق کروالے پھر عمرہ کا احرام

باندھے تو عمرہ کا احرام نہ توڑے اسی طرح ”الأصل“ میں ذکر کیا۔

امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: وَإِنْ أَهْلَ بِعُمْرَةٍ يَوْمَ النَّحْرِ: لَزِمَتْهُ وَلَزِمَهُ الرِّفْضُ وَالْدَّمُ، وَالْقَضَاءُ فَإِنْ مَضَى عَلَيْهَا: صَحَّ، وَيَجِبُ دَمٌ۔ (۲۷)

یعنی، اگر کسی نے یوم نحر عمرہ کا احرام باندھا تو اُسے عمرہ لازم ہو گیا اور اُسے چھوڑنا اور دم اور قضاء لازم ہوگا پس اگر کسی نے اسے پورا کیا تو صحیح ہو گیا اور دم واجب ہو گیا۔

اور اس کے تحت علامہ شیخ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: وَأَرَادَ يَوْمَ النَّحْرِ الْيَوْمَ الَّذِي تُكْرَهُ الْعُمْرَةُ فِيهِ، وَهُوَ يَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ۔ (۲۸)

یعنی، کسی نے یوم نحر میں ارادہ کیا جس دن اس میں عمرہ کرنا مکروہ ہے اور وہ یوم نحر اور ایام تشریق ہے۔

اور ”صاحب کنز“ کا اطلاق اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ احرام عمرہ چاہے حلق سے قبل ہو یا بعد، طواف زیارت سے قبل ہو یا بعد ہو بہر حال مکروہ ہے جبکہ یوم نحر یا ایام تشریق میں ہو۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: وَأُطْلِقَهُ فَشَمَلَ مَا إِذَا كَانَ قَبْلَ الْحَلْقِ أَوْ بَعْدَهُ قَبْلَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ أَوْ بَعْدَهُ، وَاخْتَارَهُ فِي الْهِدَايَةِ وَصَحَّحَهُ الشَّارِحُ۔ (۲۹)

یعنی، اسے مطلق رکھا ہے تو وہ شامل ہوگا کہ جو حلق سے پہلے یا اس کے بعد ہو طواف زیارت سے پہلے ہو یا بعد اور اسے "ہدایہ" میں اختیار کیا ہے اور اسے شارح نے صحیح قرار دیا ہے۔

کیونکہ ایام تشریق میں حلق اور طواف زیارت کے بعد افعال حج ابھی باقی رہتے ہیں جیسے رمی۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: لِأَنَّهُ بَعْدَ الْحَلْقِ وَالطَّوَافِ بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ وَاجِبَاتِ الْحَجِّ كَالرَّمْيِ وَطَوَافِ الصَّدْرِ وَسَنَةِ الْمَبِيتِ، وَقَدْ كُرِهَتْ الْعُمْرَةُ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ أَيْضًا فَيَصِيرُ بَانِيًا أَفْعَالَ الْعُمْرَةِ عَلَى أَفْعَالِ الْحَجِّ بِلا رَيْبٍ، وَهُوَ مَكْرُوهٌ۔ (۳۰)

یعنی، کیونکہ حلق اور طواف کے بعد جب اس پر واجبات حج سے باقی ہو جیسے رمی اور طواف صدر اور رات گزارنے کی سنت اور تحقیق عمرہ کو ان ایام میں بھی مکروہ قرار دیا گیا ہے تو وہ عمرہ کے افعال کو بغیر شبہ کے حج کے افعال پر بناء کرنے والا ہو گیا اور یہ مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: قَالَ فِي شَرْحِ اللَّبَابِ بَعْدَ تَقْرِيرِ حُكْمِ الْمَسْأَلَةِ: وَمِنْهُ يُعْلَمُ مَسْأَلَةُ كَثِيرَةِ الْوُقُوعِ لِأَهْلِ مَكَّةَ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُمْ قَدْ يَعْتَمِرُونَ قَبْلَ أَنْ يَسْعُوا لِحَجَّتِهِمْ. أَهـ. أَيْ فَيَلْزِمُهُمْ دَمُ الرَّفْضِ أَوْ دَمُ الْحَمْعِ لَكِنَّ مُقْتَضَى تَقْيِيدِهِمُ الْإِحْرَامَ بِالْعُمْرَةِ يَوْمَ النَّحْرِ أَوْ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنَّهُ لَوْ كَانَ بَعْدَ هَذِهِ الْأَيَّامِ لَا يَلْزَمُ الدَّمُ لَكِنْ يُخَالِفُهُ مَا عَلِمْتَهُ مِنْ تَعْلِيلِ "الْهُدَايَةِ" فَالْسَّعْيُ وَإِنْ جَازَ تَأْخِيرُهُ عَنْ أَيَّامِ النَّحْرِ وَالتَّشْرِيقِ، لَكِنَّهُ إِذَا أَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ قَبْلَهُ

(۳۰) البحر الرائق، كتاب الحج، باب إضافة الإحرام إلى الإحرام، تحت قوله: وَإِنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ يَوْمَ النَّحْرِ:

لِزِمَتْهُ وَلَزِمَتْهُ الرِّفْضُ وَالْدَّمُ، وَالْقَضَاءُ، ۹۴/۳

يَصِيرُ جَامِعًا بَيْنَهَا وَيَبِينَ أَعْمَالِ الْحَجِّ۔ (۳۱)

یعنی، "لباب" کی شرح میں مسئلہ کے حکم کو وضاحت کرنے کے بعد فرمایا اور اسی سے بہت سے واقع ہونے والے مسائل مکہ والوں اور ان کے علاوہ کے لیے جانے جاتے ہیں کہ تحقیق وہ عمرہ کرتے ہیں قبل اس کے کہ وہ اپنے حج کی سعی کریں یعنی ان پر دم رخص یا جمع کا دم لازم آئے گا لیکن یوم نحر یا ایام تشریق کو عمرہ کے احرام کے ساتھ مقید کیا ہے جس سے تقاضہ کیا گیا ہے کہ اگر یہ عمل ان دنوں کے بعد ہو تو دم لازم نہ آئے گا لیکن تو جان چکا ہے کہ جو "ہدایہ" کی تعلیل ہے وہ اس کے مخالف ہے پس سعی کو اگرچہ ایام نحر و تشریق سے مؤخر کرنا جائز ہے لیکن جب اس نے سعی سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیا تو وہ عمرہ اور اعمال حج کو باہم جمع کرنے والا ہو گیا۔

اب اس سے یہ بات آشکار ہوگئی کہ کراہت اور عمرہ کے احرام کو چھوڑنے کی علت دو چیزوں میں سے کوئی ایک ہے یا تو عمرہ کا ایام تشریق میں واقع ہونا ہے یا عمرہ اور اعمال حج میں جمع کا لازم آنا ہے تو "علامہ شامی" لکھتے ہیں: وَيُظْهِرُ لِي أَنَّ الْعِلَّةَ فِي الْكِرَاهَةِ وَلِزُومِ الرِّفْضِ هِيَ الْجَمْعُ أَوْ وَقُوعُ الْإِحْرَامِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ فَأَيُّهُمَا وَجَدَ كَفَى۔ (۳۲)

یعنی، میرے لیے ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک کراہت اور چھوڑنے کا لازم ہونے میں علت جمع کرنا ہے یا ان دنوں میں احرام کا واقع ہونا ہے پس ان دنوں میں سے کوئی بھی

(۳۱) رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا يجب الضمان بكسر آلات اللهو، تحت

قوله: لإرتكاب الكراهة، ۷۱۹/۳

(۳۲) رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا يجب الضمان بكسر آلات اللهو، تحت

قوله: لإرتكاب الكراهة، ۷۱۹/۳

صورت پائی جائے تو وہ کافی ہوگی۔

اب ایک سوال تھا کہ جب عمرہ اور اعمال حج میں جمع کا لازم آنا فرض عمرہ کی علت ہے تو ایام تشریق کے ساتھ کیوں مقید کیا گیا ہے تو ”علامہ شامی“ لکھتے ہیں: لَكِنْ لَمَّا كَانَتْ هَذِهِ الْأَيَّامُ هِيَ أَيَّامُ آدَاءِ بَقِيَّةِ أَعْمَالِ الْحَجِّ عَلَى الْوَجْهِ الْأَكْمَلِ فَيَدُّوا بِهَا كَمَا يُشِيرُ إِلَيْهِ مَا قَدَّمَ عَنْ "الْهَدَايَةِ" وَكَذَا قَوْلُهُ فِيهَا مُعَلَّلًا لِلزُّومِ الرَّفْضِ - (۳۳)

یعنی، لیکن جب یہ ایام اعمال حج کے بقیہ اعمال کو زیادہ کامل صورت میں ادا کے دن ہیں تو علماء نے اس کے ساتھ مقید کیا ہے جس کی طرف وہ قول اشارہ کرتا ہے جس کو ہم نے "ہدایہ" سے مقدم کیا اسی طرح ماتن کا قول اس میں چھوڑنے کے لازم ہونے کے لئے تعلیل رکھنے والا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جو حج کے تمام افعال ادا کر چکا ہے اور ایام تشریق بھی گزر چکے ہیں اور اس پر ابھی حج کی سعی باقی تھی اور وہ سعی سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیتا ہے اور عمرہ کا احرام چھوڑتا بھی نہیں ہے عمرہ ادا کر لیتا ہے تو اس پر دم لازم آئیگا یا نہیں تو اس کے لیے ہم فقہائے کرام کی اس مسئلہ میں رائے کو دیکھتے ہیں کہ جو شخص حج کی سعی کیے بغیر میقات سے باہر چلا گیا پھر وہ حرم واپس آئے گا تو تمام فقہائے کرام اس پر احرام کو لازم قرار دیتے ہیں کہ وہ میقات سے احرام باندھ کر آئے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس پر دم کو بھی لازم کرتے ہیں یا نہیں اگر دم کو لازم کرتے ہیں تو یہاں بھی دم لازم ہوگا اگر وہاں دم لازم نہیں کرتے تو یہاں بھی ہم دم لازم نہیں کریں گے۔

(۳۳) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا يجب الضمان بكسر آلات اللهو، تحت

قوله: لإرتكاب الكراهة، ۷۱۹/۳

چنانچہ علامہ فرید الدین عالم بن العلاء اندرپتی دہلوی ہندی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: ولو رجع إلى أهله قبل السعي فعليه الدم، وإن أراد أن يعود إلى مكة عاد بإحرام جديد ويسعى ويسقط الدم - (۳۴)

یعنی، اگر وہ اپنے اہل کو سعی سے قبل لوٹا تو اس پر دم لازم ہوگا اور اگر اس نے ارادہ کیا کہ وہ مکہ کی طرف لوٹے پھر وہ نئے احرام کے ساتھ لوٹ آیا اور سعی کر لی تو دم ساقط ہو جائے گا۔

لہذا ہم نے دیکھا کہ فقہاء کرام نے ایسے شخص پر دم لازم نہیں کیا بلکہ ترک سعی کی وجہ سے جو دم لازم آیا تھا اسے بھی ساقط کر دیا اس لئے ہم بھی ایسے شخص پر لزوم دم کا حکم نہیں دیں گے جو حج کے تمام افعال ادا کر چکا ہے اور ایام تشریق کے بعد وہ حج کی سعی ادا کرنے سے قبل عمرہ ادا کر لیتا ہے اور لوگوں کو اس فعل سے منع ضرور کیا جائے گا تاکہ اختلاف سے نکل جائیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-48

يوم الأربعاء، ۲۵، ذو الحجة، ۱۴۳۹ھ - ۵ سبتمبر ۲۰۱۸م

کیا عمرہ کی سعی حج کی سعی کی طرف منتقل ہوگی؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص پر حج کی سعی باقی تھی اس نے عمرہ کا احرام باندھ کر طواف کیا اس کے بعد سعی بھی کی تو کیا یہ سعی حج کی قرار دی جائے گی جیسا کہ طواف کا معاملہ ہے اور پھر اس سے عمرہ کے لیے الگ سے سعی کرنی ہوگی یا وہ سعی عمرہ کی ہوگی اور عمرہ سے فارغ ہو کر حج کی سعی الگ سے کرنی ہوگی؟

(السائل: C/o علامہ محمد یونس شاہر، مکہ مکرمہ)

(۳۴) الفتاویٰ التاتار خانیہ، کتاب الحج، الفصل السابع فی الطواف والسعی، ۶۰۷/۳

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورتِ مسئلہ میں عمرہ کی سعی حج کی سعی کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی: ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: فمن بقى عليه سعى الحج وأحرم بعمره وطاف وسعى للعمرة، لم ينتقل سعيها إلى سعيه مع تقدم سببه وقوة مرتبته۔ (۳۵)

یعنی، جس پر حج کی سعی باقی ہو اور وہ عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کا طواف اور سعی کرے تو عمرہ کی سعی حج کی سعی کی طرف منتقل نہیں ہوگی باوجود حج کی سعی کے سبب کے مقدم ہونے اور اس کے مرتبے کے قوی ہونے کے۔

اور یہ صحیح ہے کہ ایک طواف دوسرے طواف کی طرف منتقل ہوتا ہے جبکہ سعی اس طرح نہیں ہے اور اس کی وجہ طواف کا متکثر رہنا ہے۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: ولعل وجه الفرق هو أن الطواف متكرر في الحج بخلاف السعي۔ (۳۶)

یعنی، شاید فرق کی وجہ یہ ہے کہ بیشک حج میں طواف کی تکرار ہے بخلاف سعی کے۔ لہذا سعی دوسری سعی کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-37

يوم الأحد، ۱۵ ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ - ۲۶ أغسطس، ۲۰۱۸م

(۳۵) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب أنواع الأظوف، فصل بعد

فصل في شرائط صحة الطواف، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، ص: ۲۰۸

(۳۶) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب أنواع الأظوف، فصل بعد

فصل في شرائط صحة الطواف، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، ص: ۲۰۸

حیض کے سبب مکمل طواف وغیرہ چھوڑ کر وطن آجانے والی پر کیا حکم ہوگا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک حائضہ عورت عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھی لیکن حیض کے سبب وہ مکمل طواف وغیرہ چھوڑ کر اپنے وطن لوٹ آئی نیز کسی کے کہنے پر اُس نے احرام بھی کھول دیا تو کیا اب اس خاتون کے لئے یہ کافی ہوگا کہ وہ حدودِ حرم میں ذبح کے لئے قربانی بھیج دے؟

(السائل: C/o مولانا رئیس قادری)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورتِ مسئلہ میں مذکورہ خاتون ہمیشہ حالتِ احرام ہی میں رہے گی یہاں تک کہ وہ طوافِ عمرہ وغیرہ کر لے، نیز مذکورہ خاتون کو ”مُحَصَّرہ“ قرار دے کر یہ حکم نہیں دیا جاسکتا کہ وہ حدودِ حرم میں ذبح کے لئے قربانی بھیج دے یا پھر وہ کسی کے ساتھ قیمت بھیج دے کہ وہاں جانور خرید کر اس کی جانب سے ذبح کر دیا جائے اور وہ قربانی ہونے کے بعد اپنا احرام کھول دے، بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ اسی احرام کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹے اور پاک ہو جانے کے بعد طوافِ عمرہ اور سعی وغیرہ کرے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن بلبان حنفی متوفی ۷۳۹ھ لکھتے ہیں: ولو ترك أكثر طواف العمرة أو كلّه، وسعى بين الصفا والمروة، ورجع إلى أهله، فهو مُحَرَّمٌ أبدأً، ولا يُجْزئ عنه البدل۔ (۳۷)

یعنی، اگر کسی نے کل یا اکثر طوافِ عمرہ ترک کر دیا اور صفا و مروہ کی سعی کر کے اپنے اہل لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ حالتِ احرام ہی میں رہے گا اور اس کا بدل بھی جائز نہ ہوگا۔

(۳۷) عمدة السالك في المناسك، الباب الرابع عشر: في الجنایات، فصل في ترك طواف العمرة أو بعضه،

اور آگے لکھتے ہیں: عَلَيْهِ أَنْ يَعُودَ إِلَى مَكَّةَ بِذَلِكَ الْإِحْرَامِ..... وَيَطُوفُ لَهَا أَوْ يُكْمِلَ الطَّوْفَ وَيَسْعَى، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِسَعْيِهِ الْأَوَّلِ قَبْلَ الطَّوْفِ - (۳۸)

یعنی، اگر کوئی شخص کل یا اکثر طوافِ عمرہ چھوڑ کر اپنے وطن کو لوٹ جائے تو اُس پر لازم ہوگا کہ وہ اسی احرام کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹے اور (پاک ہو جانے کے بعد) طوافِ عمرہ کرے یا بقیہ طواف کو مکمل کرے اور سعی بھی کرے اور طواف سے قبل اگر سعی کی ہو تو اُس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

الجواب صحيح

عبدہ محمد احمد نعیمی غفرلہ

شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء

بدر العلوم انوار المجددیة

النعیمیة غریب آباد، ملیر، کراچی

قد صبح الجواب والمجیب مثاب

محمد شکیل اختر قادری برکاتی

شیخ الحدیث بمدرسة البنات مسلک اعلیٰ حضرت

صدر صوفہ ہبلی کرائٹلک الہند

الجواب صحيح والمجیب النجیح

فقیر عطا محمد مشاہدی عفی عنہ

خادم التدريس و الافتاء دارالعلوم حشمت الرضا

پیلی بھیت شریف یوپی الہند

(۳۸) عُمدَةُ السَّالِكِ فِي الْمَنَاسِكِ، الباب الرابع عشر: فِي الْجَنَائِزِ، فصل فِي تَرْكِ طَوَافِ الْعُمْرَةِ أَوْ بَعْضِهِ،

ص ۵۲۵

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ

یوم الجمعة، ۲۷، شعبان ۱۴۴۰ھ، ۳، مئی ۲۰۱۹م

FU-79

طوافِ عمرہ سے قبل حائضہ کی واپسی ہو تو وہ کیا کرے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ پہنچی اور اس کے ایام مخصوصہ شروع ہو گئے اور مکہ مکرمہ میں اُن کا قیام صرف ایک دن ہے اور واپسی تک ہندہ پاک بھی نہیں ہوگی اور اس کے بعد وطن واپسی ہے مزید رکنے کی کوئی سبیل بھی نہیں ہو رہی تو کیا ہندہ اگر اسی حال میں طوافِ عمرہ ادا کر لیتی ہے اور صفا و مروہ کے مابین سعی کر کے تقصیر کروا کے احرام کھول دیتی ہے تو کیا اس کا عمرہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: - صورت مسئلہ میں جاننا چاہیے کہ عمرہ میں طواف فرض ہے، طواف کے سات چکروں میں سے اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) ہیں۔

چنانچہ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: أَنَّ

الطَّوْفَ رُكْنٌ فِي الْعُمْرَةِ - (۳۹)

یعنی، عمرہ میں طواف کرنا فرض ہے۔

طواف کے سات چکروں میں سے اکثر چکر (یعنی کم از کم چار چکر) فرض ہیں

چنانچہ علامہ عبدالغنی بن طالب میدانی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں: وَأَكْثَرُ الطَّوْافِ

رُكْنٌ - (۴۰)

(۳۹) بدائع الصنائع شرح تحفة الفقهاء، کتاب الحج، فصل فی بیان سنن الحج والترتیب فی أفعاله،

۱۳۶/۳

(۴۰) اللباب فی شرح الكتاب، کتاب الحج، باب الفوات، ۱- ۱۹۳/۳

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یعنی، عمرہ میں اکثر طواف کرنا فرض ہے۔

اس لئے اگر ہندہ عمرہ کا مکمل طواف یا اس کا اکثر چھوڑ دے تو وہ ہمیشہ حالت احرام میں رہے گی اگرچہ سعی بھی کر لے اور پھر کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے کہ جو اس طواف کا بدل بن سکے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن بلبان حنفی متوفی ۳۹۷ھ لکھتے ہیں: وَلَوْ تَرَكَ أَكْثَرَ طَوَافِ الْعُمْرَةِ أَوْ كَلَّهُ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَرَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ، فَهُوَ مُحَرَّمٌ أَبَدًا، وَلَا يُجْزَى عَنْهُ الْبَدَلُ۔ (۴۱)

یعنی، اگر کسی نے کل یا اکثر طواف عمرہ ترک کر دیا اور صفا و مروہ کی سعی کر کے اپنے اہل لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ حالت احرام ہی میں رہے گا اور اس کا بدل بھی جائز نہ ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ طواف کے لئے طہارت واجب ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں: الطهارة عن الحدث الأكبر والأصغر۔ (۴۲)

یعنی، (طواف کے واجبات میں سے) حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: القسم (الثانی) وضوء (واجب) وهو الوضوء (للطواف بالكعبة)۔ (۴۳)

(۴۱) عُمدَةُ السَّالِكِ فِي الْمَنَاسِكَ، الباب الرابع عشر: فِي الْجَنَائِثِ، فصل فِي تَرْكِ طَوَافِ الْعُمْرَةِ أَوْ بَعْضِهِ،

(۴۲) لِبَابِ الْمَنَاسِكَ، باب أنواع الأُطُوفَةِ وَأَحْكَامِهَا، فصل فِي واجبات الطواف، ص ۱۱۳

(۴۳) مِرْقَاتُ الْفَلَاحِ، كتاب الطهارة، فصل فِي الوضوء، فصل، ص ۳۴

یعنی، وضو کی دوسری قسم واجب ہے اور وہ خانہ کعبہ کے طواف کے لئے وضو کرنا ہے۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وواجب وهو الوضوء للطواف۔ (۴۴)

یعنی، اور وضو کی ایک قسم واجب اور وہ طواف کے لئے کیا جانے والا وضو ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ حائضہ کو مسجد میں داخل ہونا حکم حدیث حلال نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: فَإِنِّي لَا أَحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا اجْتُنِبْ۔ (۴۵)

یعنی، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے: کہ میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لئے حلال نہیں کرتا ہوں۔

اور علامہ محمد بن عبد اللہ بن احمد غزی تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: يَمْنَعُ..... دُخُولَ مَسْجِدٍ۔ (۴۶)

یعنی، حیض اور نفاس مسجد میں داخل ہونے کو روکتا ہے۔ اس لئے اگر ہندہ حالت حیض ہی میں طواف عمرہ کر لیتی ہے تو یوں واضح طور

پر دو احکام شرع کی مخالفت لازم آئے گی اور اگر طواف عمرہ نہیں کرتی تو فرض کو چھوڑنا لازم آئیگا، تو اب سوال یہ کہ آیا ہندہ اسی حالت میں طواف عمرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور استفتاء بھی چونکہ اسی کے متعلق ہے، تو واضح رہے کہ اس حکم کی تصریح باوجود کوشش ”کتب مطولات“

(۴۴) الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةُ، كتاب الطهارة، الباب الأول فِي الْوُضُوءِ، الفصل الثالث فِي الْمَسْتَحْبَاتِ، ۹/۱

(۴۵) سُنَنُ أَبِي دَاوُدَ، كتاب الطهارة، باب فِي الْجَنْبِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ، برقم ۲۳۲، ۱۱۷/۱

(۴۶) تَنْوِيرُ الْأَبْصَارِ مَعَ شَرْحِهِ الدَّرِّ الْمَخْتَارِ، كتاب الطهارة، باب الْحَيْضِ، ص ۴۴

میں نہ مل سکی البتہ کُتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اگر کوئی عورت حج میں طواف زیارت سے پہلے ناپاک ہو جائے تو اس حالت میں اس کا مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں اور اگر اس نے مسجد میں داخل ہو کر طواف کر لیا تو اس کا طواف ادا ہو جائے گا لیکن وہ گناہگار ہوگی اور اس پر بدنہ لازم آئے گا تو فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ اس عورت کو کہا جائے گا کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں ہے اور اگر تو نے مسجد میں داخل ہو کر طواف کر لیا تو تیرا طواف صحیح ہو جائے گا لیکن تو گناہگار ہوگی نیز تجھ پر ”بدنہ“ کو ذبح کرنا بھی لازم آئے گا۔“

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: نَقَلَ بَعْضُ الْمُحَشِّينَ عَنْ مَنْسَلِكِ ابْنِ أَمِيرِ حَاجٍّ: لَوْ هَمَّ الرَّكْبُ عَلَى الْقُفُولِ وَلَمْ تَطْهُرْ فَاسْتَفْتَتْ هَلْ تَطُوفُ أَمْ لَا؟ قَالُوا يُقَالُ لَهَا لَا يَحِلُّ لَكَ دُخُولُ الْمَسْجِدِ وَإِنْ دَخَلَتْ وَطُفِتْ أَثِمْتَ وَصَحَّ طَوَافُكَ وَعَلَيْكَ ذَبْحُ بَدَنَةٍ وَهَذِهِ مَسْأَلَةٌ كَثِيرَةٌ الْوُقُوعِ يَتَخَيَّرُ فِيهَا النِّسَاءُ۔ (۴۷)

یعنی، بعض حاشیہ لکھنے والوں نے ”منک ابن امیر حاج“ کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر قافلہ واپس لوٹنے کا ارادہ کر لے اس حال میں کہ عورت حیض سے پاک نہ ہوئی ہو تو وہ فتویٰ طلب کرے کہ کیا وہ طواف کرے یا نہیں؟ فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ اس عورت کو کہا جائے گا کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں ہے اور اگر تو نے مسجد میں داخل ہو کر طواف کر لیا تو تیرا طواف صحیح ہو جائے گا لیکن تو گناہگار ہوگی نیز تجھ پر ”بدنہ“ کو ذبح کرنا بھی لازم آئے گا اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو کثرت سے واقع ہوتا ہے جس میں عورتیں

(۴۷) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، مطلب: فی طواف الزيارة، تحت قوله: إِنَّ قَدْرَ أَرْبَعَةِ

پریشان ہوتی ہیں۔

اور علامہ محمد عابد بن احمد سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱م لکھتے ہیں: نَقَلَ بَعْضُ الْمُحَشِّينَ عَنْ مَنْسَلِكِ ابْنِ أَمِيرِ حَاجٍّ لَوْ اسْتَفْتَتْ امْرَأَةٌ وَقَالَتْ: الرَّكْبُ عَلَى الْقُفُولِ وَلَمْ أَطْهَرْ لَطَوَافِ الزِّيَارَةِ فَيُقَالُ لَهَا لَا يَحِلُّ لَكَ دُخُولُ الْمَسْجِدِ وَإِنْ دَخَلَتْ وَطُفِتْ أَثِمْتَ وَصَحَّ طَوَافُكَ وَلِزِمَتْكَ بَدَنَةٌ تَذْبِيحُهَا۔ (۴۸)

یعنی، بعض حاشیہ لکھنے والوں نے ”منک ابن امیر حاج“ کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر عورت نے فتویٰ طلب کرتے ہوئے کہا کہ قافلہ واپس لوٹنے والا ہے اور میں طواف زیارت کے لئے پاک نہیں ہوئی ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں ہے اور اگر تو نے مسجد میں داخل ہو کر طواف کر لیا تو تیرا طواف صحیح ہو جائے گا لیکن تو گناہگار ہوگی نیز تجھ پر ”بدنہ“ کو ذبح کرنا بھی لازم آئے گا۔ اور یہ بات بھی مخفی نہیں کہ طواف عمرہ ”طواف زیارت“ سے رکن ہونے کی وجہ سے مشابہت رکھتا ہے۔

چنانچہ علامہ مکاسانی حنفی لکھتے ہیں: أَنَّ الطَّوَافَ رُكْنَ فِي الْعُمْرَةِ فَأَشْبَهَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ فِي الْحَجِّ۔ (۴۹)

لہذا طواف عمرہ کے لئے بھی اسی طرح حکم بیان کرنا مناسب ہے کہ اگر ہندہ اسی حالت میں طواف عمرہ کر لیتی ہے تو اس کا طواف صحیح ہو جائے گا نیز وہ گناہگار بھی ہوگی، اور اس میں کسی کو شک بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ قرآن کریم میں مطلق طواف کا حکم ہے اور اس

(۴۸) طوابع الأنوار شرح الدر المختار، کتاب الحج، مطلب: فی طواف الزيارة، ق ۱۳۸ ب

(۴۹) بدائع الصنائع شرح تحفة الفقهاء، کتاب الحج، فصل فی بیان سنن الحج والترتیب فی أفعاله،

پر ”خبر واحد“ کے سبب یہ کہنا درست نہیں کہ بلا طہارت طواف صحیح ہی نہ ہوگا..... ﴿مَنْ شَاءَ التَّفْصِيلَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى أَصُولِ الشَّاشِيِّ وَنُورِ الْأَنْوَارِ وَغَيْرِهِمَا﴾۔

البتہ ہندہ پر اسی حالت میں طوافِ عمرہ کرنے پر ”بدنہ“ کے بجائے دم دینا لازم ہوگا، کیونکہ ”عمرہ“ میں بدنہ کو دخل نہیں ہے۔

چنانچہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: لَا مَدْخَلَ لِلْبَدْنَةِ فِي الْعُمْرَةِ۔ (۵۰)

یعنی، عمرہ میں ”بدنہ“ کو دخل نہیں ہے۔

اور امام ابو البقاء محمد بن احمد بن محمد بن ضیاء حنفی متوفی ۸۵۴ھ ”نسک فارسی“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: وَفِي مَنْسِكِ الْفَارِسِيِّ: وَلَوْ طَافَ لِلْعُمْرَةِ جَنْبًا أَوْ حَائِضًا أَوْ مُحْدَثًا، فَعَلَيْهِ شَأْنُهُ۔ (۵۱)

یعنی، نسک فارسی میں ہے: اگر جنبی، حائضہ یا بے وضو نے طوافِ عمرہ کیا تو اُس پر بکری ذبح کرنا لازم ہوگا۔

اگر ہندہ بغیر طوافِ عمرہ کیے اپنے وطن لوٹ جائے گی تو ہندہ پر لازم ہوگا کہ وہ اسی احرام کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹے اور پاک ہو جانے کے بعد طوافِ عمرہ اور سعی کرے۔

چنانچہ علامہ ابن بلبان حنفی لکھتے ہیں: عَلَيْهِ أَنْ يَعُودَ إِلَى مَكَّةَ بِذَلِكَ الْإِحْرَامِ..... وَيَطُوفُ لَهَا أَوْ يُكْمِلَ الطَّوْفَ وَيَسْعَى، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِسَعْيِهِ الْأَوَّلِ قَبْلَ الطَّوْفِ۔ (۵۲)

(۵۰) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الطواف، ۳۶/۲

(۵۱) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة وفي الطواف والسعي، فصل: فی بیان أنواع الأظوفة، ۱۱۴/۲

(۵۲) عمدة السالك في المناسك، الباب الرابع عشر: فی الجنایات، فصل فی ترك طواف العمرة أو بعضه،

یعنی، اگر کوئی شخص کل یا اکثر طوافِ عمرہ چھوڑ کر اپنے وطن کو لوٹ جائے تو اُس پر لازم ہوگا کہ وہ اسی احرام کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹے اور (پاک ہو جانے کے بعد) طوافِ عمرہ کرے یا بقیہ طواف کو مکمل کرے اور سعی بھی کرے اور طواف سے قبل اگر سعی کی ہو تو اُس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہندہ حالت حیض میں طوافِ عمرہ ادا کر لیتی ہے تو طواف ادا ہو جائے گا اور وہ گنہگار ہوگی اور اس پر توبہ اور ایک دم لازم آئے گا جسے سر زمین حرم پر ذبح کرنا ہوگا اور اس حالت میں سعی اور تقصیر کرنے پر کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ سعی اور تقصیر کے لئے طہارت واجب نہیں ہے۔

هذا ما ظهر لي في هذا الباب والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۵، شعبان ۱۴۴۰ھ۔ ۳۰، اپریل ۲۰۱۹م

FU-80

عبدہ محمد احمد نعیمی غفرلہ

شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء

بدارالعلوم انوار المجددیة

النعیمیة غریب آباد، ملیر، کراتشی

الجواب صحیح والمجیب النجیح

محمد شکیل اختر قادری برکاتی

شیخ الحدیث بمدرسة البنات مسلک اعلیٰ حضرت

صدر صوفہ ہبلی کرناٹک الہند

الجواب صحیح والمجیب النجیح

فقیر عطا محمد مشاہدی عفی عنہ

خادم التدريس والافتاء دارالعلوم حشمت الرضا

پیلی بھیت شریف یوپی الہند

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ

آفاقی بلا احرام حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو کیا حکم ہوگا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی آفاقی بلا احرام حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو اس پر کیا لازم ہوگا، نیز اگر وہ اسی سال میقات کی جانب لوٹ کر کسی بھی حج یا کسی بھی عمرے کا احرام باندھ کر اُسے ادا کر لے تو اس پر کیا حکم عائد ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب :- صورتِ مسئلہ میں ایسے شخص پر حج یا عمرہ کرنا اور میقات کی جانب لوٹ کر احرام باندھنا یا دم لازم ہوگا۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ بن مازہ بخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: إِذَا دَخَلَ الْآفَاقِي مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ، وَهُوَ لَا يَرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَعَلَيْهِ لِدُخُولِ مَكَّةَ إِمَّا حَجَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ؛ لِأَنَّهُ لَزِمَهُ الْإِحْرَامُ إِذَا بَلَغَ الْمِيقَاتِ عَلَى قَصْدِ دُخُولِ مَكَّةَ، وَالْإِحْرَامُ إِنَّمَا يَكُونُ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ، فَلَزِمَهُ الْإِحْرَامُ بِأَحَدِهِمَا، وَمَا وَجِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ لَا يَسْقُطُ إِلَّا بِأَدَائِهِ، فَإِنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَرْجَعَ إِلَى الْمِيقَاتِ، فَعَلَيْهِ دَمٌ لَتَرْكِ حَقِّ الْمِيقَاتِ - (۵۳)

یعنی، جب آفاقی مکہ میں بلا احرام اس حال میں داخل ہوا کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا تھا تو اُس پر دخولِ مکہ کے سبب حج یا عمرہ کرنا لازم ہوگا، کیونکہ جب وہ دخولِ مکہ کے

(۵۳) المحيط البرہانی، کتاب المناسک، الفصل الرابع فی بیان مواقیب الاحرام وما يلزمه بمجاوزتها من

غیر احرام، ۳/۴۱۳-۴۱۴

ارادے پر میقات پہنچا تو اسے احرام باندھنا لازم ہو گیا، اور احرام حج یا عمرے کا ہوتا ہے، اسی لئے اس پر ان دونوں میں سے ایک لازم ہوگا اور جو انسان پر واجب ہو جائے تو وہ نہیں ساقط ہوتا مگر اس کی ادائیگی سے، پس اگر اس نے میقات کی طرف لوٹے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس پر میقات کے حق کو چھوڑنے کے سبب دم لازم ہوگا۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (وَمَنْ دَخَلَ) أَيُّ مَنْ أَهْلِ الْآفَاقِ (مَكَّةَ) أَوْ الْحَرَمَ (بِغَيْرِ إِحْرَامٍ فَعَلَيْهِ أَحَدُ النَّسَكَيْنِ) أَيُّ مِنَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ، وَكَذَا عَلَيْهِ دَمُ الْمَجَاوِزَةِ أَوْ الْعَوْدِ - (۵۴)

یعنی، اگر آفاقی مکہ یا حدودِ حرم میں بلا احرام داخل ہوا تو اُس پر دو مناسک یعنی حج یا عمرہ میں سے ایک لازم ہوگا اور اسی طرح اُس پر بلا احرام میقات تجاوز کرنے کے سبب دم یا لوٹنا لازم ہوگا۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: میقات کے باہر سے جو شخص آیا اور بغیر احرام مکہ معظمہ کو گیا تو اگرچہ نہ حج کا ارادہ ہو، نہ عمرہ کا مگر حج یا عمرہ واجب ہو گیا پھر اگر میقات کو واپس نہ گیا، یہیں احرام باندھ لیا تو دم واجب ہے۔ (۵۵)

اور اگر وہ اسی سال میقات کی جانب لوٹ گیا اور کسی بھی حج (یعنی، فرض یا نفل حج وغیرہ) یا کسی بھی عمرے (یعنی، قضاء یا منت کا عمرہ وغیرہ) کا احرام باندھ کر اُسے ادا کر لیا تو اس سے نہ صرف دم ساقط ہو جائے گا بلکہ دخولِ مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ بھی

(۵۴) لباب المناسک و شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب المواقيت، النوع الثاني:

المیقات مکانی.... إلخ، فصل: فی مجاوزة المیقات بغیر احرام، ص ۲۳

(۵۵) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے، ۱/۱۱۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ ابو الحسن علاء الدین علی بن بلبان حنفی متوفی ۷۳۹ھ لکھتے ہیں: کوفی دَخَلَ مَكَّةَ بِلاَ إِحْرَامٍ لِحَاجَةٍ: يَجِبُ عَلَيْهِ عُمْرَةٌ أَوْ حَجَّةٌ، كالتزام الإِحْرَامِ بالنَذْرِ. فَإِنْ رَجَعَ إِلَى الْمِيقَاتِ، فَأَهْلٌ بِحَجَّةِ الْإِسْلَامِ: جَازَ عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ وَعَمَّا لَزِمَهُ بِدُخُولِ مَكَّةَ اسْتِحْسَانًا. وَفِي الْقِيَاسِ: لَا يَجُوزُ، كَمَا إِذَا تَحَوَّلَتِ السَّنَةُ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ - (۵۶)

یعنی، کوئی اگر کسی حاجت کے لئے بلا احرام مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو اُس پر حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جائے گا، جیسے کوئی شخص منّت کے سبب احرام لازم کرے، پس اگر اس نے میقات کی طرف لوٹ کر فرض حج کا احرام باندھا تو اُس سے فرض حج ادا ہو جائے گا نیز دخول مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ بھی خلاف قیاس ادا ہو جائے گا اور قیاس کے مطابق ادا نہیں ہونا چاہیے جیسے کہ جب سال تبدیل ہو جائے اور یہی امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔

امام ابوالبقاء محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: وَلَوْ جَاوَزَ الْمِيقَاتِ وَلَمْ يُحْرَمْ حَتَّى عَادَ وَأَحْرَمَ مِنْهُ سَقَطَ عَنْهُ الدَّمُ بِالْإِجْمَاعِ - (۵۷)

یعنی، اگر کوئی بلا احرام میقات تجاوز کر گیا اور پھر اس نے میقات کی طرف لوٹ کر احرام باندھ لیا تو اُس سے بالا جماع دم ساقط ہو گیا۔

(۵۶) عمدة السالك في المناسك، الباب الخامس عشر: في مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص ۵۸۱ -

علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: (فإن عادَ إلى مِيقَاتٍ من عامه فأحرمَ بِحَجِّ فرضٍ) أى اداءٍ (أو قضاءٍ أو نذرٍ، أو عمره نذرٍ أو قضاءٍ) وكذا عُمْرَةٌ سُنَّةٌ أو مستحبة (سقط به) أى بتلبُّسه بالإِحرام من الوقت (ما لزمه بالدخول من النُسك) أى الغير المتعین (ودم المجاوزة، وإن لم ينو) أى بالإِحرام (عما لزمه) أى بالخصوص، لأنَّ المقصودَ تحصيلُ تعظيمِ البقعة وهو حاصل في ضمن كل ما ذكر، وهذا استِحسان والقياس أن لا يسقط، ولا يجوز إلا أن ينوى ما وجبَ عليه للدخول، وهو قول زفر، كما لو تحولت السنة فإنه لا يجزيه بالإتفاق عما لزمه إلا بتعيين النبى - (۵۸)

یعنی، پس اگر اس نے اسی سال میقات کی طرف لوٹ کر فرض حج یعنی ادا، یا قضاء، یا منّت کے حج کا احرام باندھا یا منّت کے عمرے یا عمرے کی قضاء کا احرام باندھا اور اسی طرح سنت یا مستحب عمرے کا تو میقات سے احرام پہننے کے سبب وہ حج یا عمرہ بھی ساقط ہو جائے گا کہ جو دخول مکہ کی وجہ سے لازم ہوا تھا یعنی بغیر تعیین کے اور نہ صرف یہی بلکہ میقات تجاوز کرنے کے سبب لازم آنے والا دم بھی ساقط ہو جائے گا اگرچہ اس احرام کی نیت نہ کی ہو کہ جو اسے خصوصیت کے ساتھ لازم ہوا تھا کیونکہ مقصود جگہ کی تعظیم کا حصول ہے اور وہ ہر مذکور کے ضمن میں حاصل ہے، اور یہ خلاف قیاس حکم ہے اور قیاس کے مطابق دخول مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ ساقط نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ ادا ہوگا مگر یہ کہ وہ اس کی نیت کرے کہ جو اُسے دخول کے سبب لازم ہوا ہے، اور یہی امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

(۵۸) لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب المواقيت، النوع

فرمان ہے جیسا کہ اگر سال تبدیل ہو جائے تو دخول مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ بالاتفاق ادا نہیں ہوگا مگر نیت کی تعیین کے سبب۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَإِنْ عَادَ إِلَى الْمَيْقَاتِ وَأَحْرَمَ فَهَذَا عَلَى وَجْهَيْنِ فَإِنْ أَحْرَمَ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ عَمَّا لَزِمَهُ خَرَجَ عَنْ الْعُهُدَةِ وَإِنْ أَحْرَمَ بِحَجَّةِ الْإِسْلَامِ أَوْ عُمْرَةٍ كَانَتْ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ ذَلِكَ فِي عَامِهِ أَجْزَأَهُ عَمَّا لَزِمَهُ لِدُخُولِ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ اسْتِحْسَانًا، كَذَا فِي الْمُحِيطِ وَكَذَا إِذَا حَجَّ مِنْ عَامِهِ ذَلِكَ حَجَّةً نَذَرَهَا هَكَذَا فِي النَّهْيَةِ (۵۹)

یعنی، اگر وہ میقات کی طرف لوٹے اور وہاں سے احرام باندھے تو اس کی دو صورتیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اگر اس نے اس حج یا عمرہ کا احرام باندھا کہ جو اسے (دخول مکہ کے سبب) لازم ہوا تھا تو وہ اس سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر اس نے اسی سال فرض حج یا ایسے عمرہ کا احرام باندھا کہ جو اس پر لازم تھا تو حکم استحسان دخول مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ بھی ادا ہو جائے گا اسی طرح ”محیط“ (۶۰) میں ہے، اور اسی طرح اگر اس نے وہ حج کیا کہ جس کی منت کی تھی تو بھی یہی حکم ہے یعنی دخول مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ بھی ادا ہو جائے گا اسی طرح ”نہایہ“ میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: میقات کو واپس جا کر احرام باندھ کر آیا تو دم ساقط اور مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے جو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوا تھا اس کا احرام باندھا اور ادا کیا تو بری الذمہ ہو گیا۔ یوہیں اگر حجۃ الاسلام یا نفل

(۵۹) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر إحرام، ۱/۲۵۳

(۶۰) المحيط البرہانی، کتاب المناسک، الفصل الرابع فی بیان مواقیح الإحرام وما یلزمہ بمجاورتها من

یا منت کا عمرہ یا حج جو اس پر تھا، اس کا احرام باندھا اور اسی سال ادا کیا جب بھی بری الذمہ ہو گیا اور اگر اس سال ادا نہ کیا تو اس سے بری الذمہ نہ ہوا، جو مکہ میں جانے سے واجب ہوا تھا۔ (۶۱)

خلاصہ کلام یہ کہ اگر آفاقی بلا احرام حدود حرم میں داخل ہوا تو اس پر حج یا عمرہ کرنا اور دم دینا یا میقات کی جانب لوٹ کر احرام باندھنا لازم ہوگا، لیکن اگر اس نے اسی سال میقات کی جانب لوٹ کر کسی بھی حج یا کسی بھی عمرے کا احرام باندھا اور اسے ادا کر لیا تو نہ صرف اس سے دم ساقط ہو جائے گا بلکہ دخول مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ بھی ساقط ہو جائے گا، اور اگر سال تبدیل ہو گیا تو دخول مکہ کے سبب لازم آنے والا حج یا عمرہ اس طرح بالاتفاق ادا نہیں ہوگا مگر نیت کی تعیین کے ساتھ۔

جیسا کہ مولانا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس کی صراحت کی ہے جو کہ اسی فتویٰ میں مذکور ہے۔ اب اگر اسی سال وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتا ہے تو بلا تعیین نیت اس کے ذمے سے لازم کرنے والا حج یا عمرہ ساقط ہو جائے گا جبکہ سال بدل جائے تو تعیین نیت ضروری ہے اس میں فرق بیان کرتے ہوئے مولانا علی قاری حنفی متوفی لکھتے ہیں: لعل الفرق بین الصورتین عند الأئمة الثلاثة أن السنة الأولى كالمعيار لما التزمه فيندرج في ضمن مطلق النية ومقيداً، بخلاف السنة القابلة لأنها ليست لما ذكرناه قابلة. (۶۲)

یعنی، شاید ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے سال

(۶۱) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے، ۱/۱۱۹

(۶۲) لباب المناسک و شرحہ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقيت، النوع

(یعنی سال وہ میقات سے بلا احرام گزارا) جس کا اس نے التزام کیا اس کے لئے مثل معیار کے ہے، پس وہ مطلق اور مقیدیت کے ضمن میں مندرج ہے برخلاف آئندہ سال کے کیونکہ وہ اُسے قبول کرنے والا نہیں ہے جسے ہم نے درج کیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۵ رمضان ۱۴۴۰ھ - ۳۱ مئی ۲۰۱۹ء

FU-88

حائضہ کو بلا احرام مدینہ سے مکہ جانا کیسا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کے وقت ہندہ حائضہ ہے اور وہ مکہ شریف سے روانگی تک پاک نہ ہوگی لہذا ہندہ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ بلا احرام مکہ مکرمہ جائے تاکہ حالت حیض میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے حرم مکہ میں داخل ہونے کا گناہ نہ ملے؟ اور یہ کام وہ اس علم کے بعد کر رہی ہے کہ عمرے کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کرنا لازم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقديس الجواب :- صورت مسئلہ میں ہندہ بلا احرام میقات تجاوز نہیں کر سکتی کیونکہ بلا احرام میقات تجاوز کرنا ممنوع ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُجَاوِزُ أَحَدُ الْوَقْتِ إِلَّا مُحْرِمٌ۔ (۶۳)

یعنی، کوئی بھی بلا احرام میقات کو تجاوز نہ کرے۔

لہذا ہندہ پر لازم ہے کہ وہ مکہ مکرمہ آتے ہوئے بلا احرام میقات تجاوز نہ کرے اور اگر اُس نے بلا احرام میقات تجاوز کیا تو اُسے حج یا عمرہ کرنا لازم ہوگا۔

(۶۳) المصنّف لابن أبي شيبه، كتاب المناسك، من قال: لَا يُجَاوِزُ أَحَدُ الْوَقْتِ إِلَّا مُحْرِمٌ، برقم ۱۵۷۰۲،

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ومن دخل) أى من أهل الآفاق (مكة) أو الحرم (بغير إحرام فعليه أحد النسكين) أى من الحج أو العمرة۔ (۶۴)

یعنی، اگر آفاقی مکہ یا حد و حرم میں بلا احرام داخل ہوا تو اُس پر دو مناسک یعنی حج یا عمرہ میں سے ایک لازم ہوگا۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَلَوْ جَاوَزَ الْمِيقَاتِ قَاصِدًا مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ مَرَارًا فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ لِكُلِّ مَرَّةٍ إِمَامًا حَجَّةً أَوْ عُمْرَةً۔ (۶۵)

یعنی، اگر کسی نے دخول مکہ کا ارادہ کرتے ہوئے بلا احرام کئی بار میقات تجاوز کیا تو اُس پر ہر بار حج یا عمرہ کرنا لازم ہوگا۔

اور بلکہ ہندہ پر لازم ہوگا کہ وہ میقات کی جانب لوٹ کر احرام باندھے یا دم دے۔

چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں: وكذا عليه دُمُ المجاوزة أو العودُ۔ (۶۶)

یعنی، اسی طرح اُس پر لازم ہوگا کہ وہ بلا احرام میقات تجاوز کرنے کا دم دے یا میقات کی جانب لوٹے (اور وہاں سے احرام باندھے)۔

(۶۴) لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب المواقيت، النوع

الثانى: الميقات المكانى..... إلخ، فصل: فى مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص ۱۲۳

(۶۵) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب العاشر فى مجاوزة الميقات بغير إحرام، ۱۰/۲۵۳

(۶۶) لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب المواقيت، النوع

الثانى: الميقات المكانى..... إلخ، فصل: فى مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص ۱۲۳

اور یہ بات مخفی نہیں کہ حائضہ کو طواف کرنا اور مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے، لہذا ہندہ حالت حیض میں طواف کر سکتی ہے اور نہ ہی مسجد میں داخل ہو سکتی ہے، لیکن اگر وہ بلا احرام حدود حرم میں داخل ہوئی اور حج یا عمرہ کئے بغیر اپنے وطن لوٹ آئی تو حج یا عمرہ کرنا اُس کے ذمے باقی رہے گا کیونکہ جو انسان پر واجب ہو جائے تو وہ ادائیگی کے بغیر ساقط نہیں ہوتا۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ بن مازہ بخاری متوفی

۶۱۲ھ لکھتے ہیں: وما وجب على الإنسان لا يسقط إلا بأدائه۔ (۶۷)

یعنی، اور جو انسان پر واجب ہو جائے تو وہ ادائیگی کے بغیر ساقط نہیں ہوتا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-89

يوم الجمعة، ۲۵ رمضان ۱۴۴۰ھ - ۳۱ مئی ۲۰۱۹م

سفر

مقیم سفر کا ارادہ کرنے سے مسافر نہ ہوگا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج کے مناسک مکمل کر کے عزیزیہ آ گیا اور اُسے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن زائر رہنا ہے اب اُس نے ایک ہفتہ بعد طائف یا مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کر لیا تو کیا اس صورت میں وہ نمازوں میں قصر کرے یا پوری قائم کرے؟ (السائل: اسد المحدثی، عزیزیہ، مکہ مکرمہ) باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں مذکور شخص مقیم ہی ہے اور اُسے پوری نماز پڑھنی ہوگی کیونکہ مقیم ہو جانے کے بعد پندرہ دن پورے ہونے سے قبل سفر کا ارادہ

(۶۷) المحيط البرہانی، کتاب المناسک، الفصل الرابع فی بیان مواقیت الإحرام وما يلزمه بمجاوزتها من

غیر إحرام، ۳/۴۱۳-۴۱۴

کرنا اُسے مسافر نہیں بنائے گا کیونکہ وہ اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم ہے تو جب وہ مقیم ہے تو شرعی اعتبار سے مکہ مکرمہ اُس کا وطن اقامت ہے اور اس کا یہ وطن اقامت اُس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ اسے باطل کرنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سی ایسی چیزیں ہیں کہ جن میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے وطن اقامت باطل ہو جائے گا تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ وطن اقامت کو وطن اصلی باطل کرتا ہے یا وطن اقامت باطل کرتا ہے یا انشاء سفر باطل کرتا ہے۔

چنانچہ امام ابو بركات عبد اللہ بن أحمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: وَوَطَنُ

الْإِقَامَةِ بِمَثَلِهِ وَالسَّفَرِ وَالْأَصْلِيِّ۔ (۶۸)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل اور سفر اور وطن اصلی کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔

اور اس کی شرح میں امام فخر الدین عثمان بن علی زلیعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے

ہیں: يَبْطُلُ وَطَنُ الْإِقَامَةِ بِوَطَنِ الْإِقَامَةِ وَيَبْطُلُ بِإِنْشَاءِ السَّفَرِ وَبِالْوَطَنِ

الْأَصْلِيِّ۔ (۶۹)

یعنی، ”وطن اقامت“ وطن اقامت، انشاء سفر اور وطن اصلی کے ساتھ باطل ہوتا

ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: وَيَبْطُلُ وَطَنُ

الْإِقَامَةِ بِمَثَلِهِ وَبِالسَّفَرِ وَبِالْأَصْلِيِّ۔ (۷۰)

(۶۸) كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۱۸۸

(۶۹) تبیین الحقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: وَيَبْطُلُ الْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ إلخ،

۵۱۷/۱-۵۱۸

(۷۰) نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۱۱۰

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل اور سفر اور وطن اصلی کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔
اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا: وَوَطَنُ
الْإِقَامَةِ يَبْطُلُ بِوَطَنِ الْإِقَامَةِ وَبِإِنْشَاءِ السَّفَرِ وَبِالْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ۔ (۷۱)
یعنی، ”وطن اقامت“ وطن اقامت اور انشاء سفر اور وطن اصلی کے سبب سے
باطل ہوتا ہے۔

اور یہاں فی الوقت کچھ بھی نہیں پایا گیا ہے جس سے اُس کا وطن اقامت باطل
ہو ہاں جس وقت وہ طائف یا مدینہ منورہ کو سفر کرے گا تو سفر شروع کرتے ہی وہ مسافر
ہو جائے گا کیونکہ انشاء سفر وطن اقامت کو باطل کر دے گا جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات سے
ظاہر ہے۔

اور انشاء سفر سے مراد یہ کہ اس کا مدت سفر پر واقع کسی مقام کا ارادہ ہو تو اپنے
وطن اقامت سے نکلتے ہی مسافر ہو جائے گا جیسا کہ طائف اور مدینہ منورہ وغیرہا نہ کہ جدہ
کیونکہ جدہ مدت سفر پر نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-38

یوم الإثنين ۱۶ ذو الحجة ۱۴۳۹ھ - ۲۷، أغسطس ۲۰۱۸م

کیا بوڑھی خاتون محرم کے بغیر عمرہ پر جا سکتی ہے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا بوڑھی خاتون
محرم کے بغیر پاکستان سے عمرہ پر جا سکتی ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدير الجواب:- صورت مسئلہ میں کسی بھی خاتون کے لئے یہ جائز
نہیں کہ وہ بغیر محرم تین دن کی راہ کا سفر کرے۔

(۷۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافرين، ۱/۴۲

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ ابْنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحَرَمٍ۔ (۷۲)
یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: بیشک نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

اور تین روز کے ساتھ تین راتیں بھی شامل ہیں۔

چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: وَهُوَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ
بَلَيَّالِيهَا۔ (۷۳)

یعنی، (شرعی سفر کی مقدار) تین راتوں کے ساتھ تین روز ہے۔

اسی حدیث شریف کی بنا پر فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت بغیر محرم یا شوہر کے
تین دن اور تین راتوں کا سفر نہیں کر سکتی۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَلَا
تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ مَحَرَمٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَمَا فَوْقَهَا۔ (۷۴)

یعنی، عورت تین دن یا اس سے زائد راہ کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔

عورت جوان ہو یا بوڑھی احناف کے نزدیک سب کے لئے یہی حکم ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: عورت کو مکہ تک
جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اُس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے، خواہ وہ
عورت جوان ہو یا بوڑھی۔ (۷۵)

(۷۲) صحيح البخاری، کتاب تقصير الصلاة، باب فی کم يقصر الصلاة، برقم ۱۰۸۶/۲۶۳

(۷۳) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، کتاب الحج، تحت قوله: ومحرّم أو زوج لامرأة فی سفر، ۲/۵۵۲

(۷۴) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافرين، ۱/۴۲

(۷۵) بہار شریعت، حج کا بیان، وجوب ادا کے شرائط، مسئلہ ۳۴، ۱/۱۰۴۳

اور اس سے کم سفر کو مباح قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: لِأَنَّه يُبَاحُ لَهَا الْخُرُوجُ إِلَى مَا دُونَ ذَلِكَ لِحَاجَةِ بَعْضِ مَحْرَمٍ - (۷۶)

یعنی، عورت تین روز سے کم سفر کی راہ کے لئے بغیر محرم کے جاسکتی ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اور تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جاسکتی ہے۔ (۷۷)

لیکن فسادِ زمانہ کی وجہ سے فقہاء کرام نے عورت کے لئے محرم یا شوہر کے بغیر ایک دن کی راہ جتنے سفر کو بھی مکروہ لکھا ہے اور حدیث شریف میں ایک دن اور ایک رات کے سفر کی ممانعت بھی وارد ہے۔

چنانچہ علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: وَرَوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ كَرَاهَةَ خُرُوجِهَا وَحَدَّاهَا مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَاحِدٍ، وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْفَتْوَى عَلَيْهِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ شَرْحُ اللَّبَابِ وَيُؤَيِّدُهُ حَدِيثُ الصَّحِيحَيْنِ: لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا - (۷۸)

یعنی، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ عورت کو تنہا ایک دن کی راہ جتنا سفر کرنا مکروہ ہے، اور زمانے کے بگاڑ

(۷۶) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحج، تحت قوله: ومحرم أوزوج لامرأة في سفر، ۵۵۲/۲

(۷۷) بہار شریعت، ج ۱، باب ۱، مسئلہ ۳۴، ۱۰۴۳/۱

(۷۸) رد المحتار شرح الدر المختار، كتاب الحج، مطلب: في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع،

تحت قوله: في سفر، ۵۳۳/۳

کی وجہ سے شیخین ہی کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے جیسا کہ ”شرح لباب“ میں ہے اور اس کی تائید بخاری (۷۹) اور مسلم (۸۰) کی اس حدیث سے ہے کہ ”جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو اُس کے لئے حلال نہیں کہ ایک دن اور ایک رات کی دوری پر محرم کے بغیر سفر کرے“۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ (۸۱)

اور پاکستان سے ”مکہ معظمہ“ کا سفر یقیناً بہت لمبا ہے لہذا سوال میں مذکور خاتون کو اس ممنوع فعل سے اجتناب لازم ہے۔ اور اگر جائے گی تو گنہگار ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

TF-78

يوم الجمعة، ۴ رمضان المبارك ۱۴۴۰ھ، ۱۰ مئی ۲۰۱۹م

متفرق

بزرگزم کے حوالے سے معلومات

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زمرم کا کنواں بیت اللہ شریف سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی گہرائی اور چوڑائی کتنی ہے اور اس میں کتنا پانی ہے اور اس سے کتنا پانی نکلتا ہے؟ (السائل: ابلیس عبدالرحیم، مکہ مکرمہ)

(۷۹) صحيح البخارى، كتاب تقصير الصلاة، باب في كم يقصر الصلاة، برقم ۱۰۸۸، ۲۶۳/۱، وفيه: لا

يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حَرَمَةٌ

(۸۰) صحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، برقم ۴۲۱، ۹۷۷/۲، وفيه: لا

يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا

(۸۱) بہار شریعت، نماز مسافر کا بیان، مسئلہ ۱۰۶۱، ۵۵۲/۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:- زمزم کا کنواں بیت اللہ شریف سے اکیس میٹر کے فاصلے پر ہے مطاف سے نیچے کنویں کا دہانہ 1.56 میٹر ہے اور دہانہ سے کنویں کی مکمل گہرائی تیس میٹر ہے اور دہانے سے نیچے پانی کی موجودگی چار میٹر ہے اور دہانے سے چشموں کا فاصلہ تیرہ میٹر ہے اور چشموں سے کنویں کی تیتک کا فاصلہ سترہ میٹر ہے اور کنویں کا قطر 1.46 سے 2.66 میٹر ہے۔

اور جدید ترین تحقیق کے مطابق جیسا کہ ڈاکٹر الیاس عبدالغنی نے لکھا ہے کہ کنویں کے گرد مختلف چشموں سے پانی کا اُبال گیارہ سے لے کر 18.5 لیٹر فی سیکنڈ ہے اس طرح ایک منٹ میں اس کی کم از کم مقدار $60 \times 11 = 660$ لیٹر اور ایک گھنٹے میں $60 \times 660 = 39600$ لیٹر ہے۔ ان چشموں میں سے ایک دہانہ حجر اسود کی طرف سے نکلتا ہے جس کا طول 75 سینٹی میٹر اور بلندی 30 سینٹی میٹر ہے اور سب سے زیادہ پانی اسی چشمہ سے نکلتا ہے اور اسی چشمہ کا ذکر مصطفیٰ ابن ابی شیبہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں بھی ہے اور آپ نے اس چشمہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عیسیٰ کو فی متونی ۲۳۵ھ کی روایت میں ہے: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ زَنْجِيًّا وَقَعَ فِي زَمْزَمَ فَمَاتَ قَالَ: فَأَنْزَلَ إِلَيْهِ رَجُلًا فَأَخْرَجَهُ ثُمَّ قَالَ: انْزِفُوا مَا فِيهَا مِنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي الْبُئْرِ: ضَعْ دَلُوكَ مِنْ قَبْلِ الْعَيْنِ الَّتِي تَلَى الْبَيْتِ أَوْ الرُّكْنَ فَإِنَّهَا مِنْ عُيُونِ الْجَنَّةِ۔ (۸۲)

یعنی، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بے شک ایک حبشی زمزم میں گر کر

(۸۲) المصنّف لابن أبي شيبه، كتاب الطهارة، باب في الفأرة والدجاجة وأشباههما تقع في البئر، برقم:

مر گیا تو فرمایا کہ پس ایک مرد نے اُس کی طرف اُتر کر اُسے نکالا پھر فرمایا جو کچھ کنویں میں پانی ہے اُسے نکالو، پھر کنویں میں موجود شخص سے فرمایا کہ اپنے ڈول کو اُس چشمہ کی جانب رکھ کہ جو بیت اللہ یا رکن کے پاس سے آتا ہے پس بے شک یہ جنت کے چشموں میں سے ہے۔

اور ایک چشمہ کا دہانہ مکبر یہ (اذان کی جگہ) کے سامنے ہے اس کا طول 70 سینٹی میٹر اور بلندی 30 سینٹی میٹر ہے اس کے علاوہ بھی چھوٹے چھوٹے چشمے ہیں جو صفامروہ کی طرف سے آتے ہیں اور مذکورہ بالا تقریباً تمام تر ہی تفصیل 'تاریخ مکہ مکرمہ' (تاریخ مکہ مکرمہ، زمزم کا کنواں، چاہ زمزم سے متعلق اہم معلومات، ص: ۸۴، مطبوعہ: مطابع الرشید، المدینۃ المنورۃ) میں بیان کی گئی ہے۔

لہذا جس کنویں سے صرف ایک گھنٹے میں 39600 لیٹر پانی نکلتا ہو اس کا پانی کیسے ختم ہو سکتا ہے اور یہ تخمینہ (اندازہ) کم از کم ہے اور اگر ساڑھے اٹھارہ لیٹر فی سیکنڈ سے حساب لگایا جائے تو صرف ایک گھنٹے میں 66600 لیٹر پانی بنتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-53

یوم السبت، ۶ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ - ۱۱ سبتمبر ۲۰۱۸م

کیا آب زمزم جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے سنا ہے کہ آب زمزم جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے تو کیا کسی روایت میں اس کا تذکرہ ملتا ہے؟ (السائل: اویس عبدالرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:- صورتِ مسئلہ میں وہ کنواں جنت کے چشموں میں

سے ایک چشمہ ہے کہ جو بیت اللہ یا حجر اسود کے پاس سے آنے والا ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عیسیٰ کو فی متوفی ۲۳۵ھ کی روایت میں ہے: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ زُنَجِيًّا وَقَعَ فِي زَمْزَمَ فَمَاتَ قَالَ: فَأَنْزَلَ إِلَيْهِ رَجُلًا فَأَخْرَجَهُ ثُمَّ قَالَ: أَنْزِلُوا مَا فِيهَا مِنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي الْبَيْتِ: ضَعْ دَلُوكَ مِنْ قَبْلِ الْعَيْنِ الَّتِي تَلِي الْبَيْتَ أَوْ الرُّكْنَ فَإِنَّهَا مِنْ عُيُونِ الْجَنَّةِ - (۸۳)

یعنی، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بے شک ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا تو فرمایا کہ پس ایک مرد نے اُس کی طرف اتر کر اُسے نکالا پھر فرمایا تم جو کچھ کنویں میں پانی ہے اُسے نکالو پھر کنویں میں موجود شخص سے فرمایا کہ اپنے ڈول کو اُس چشمہ کی جانب رکھ کہ جو بیت اللہ یا حجر اسود کے پاس سے آنے والا ہے پس بے شک یہ جنت کے چشموں میں سے ہے۔

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۶۸ھ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَرَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: إِنَّ فِي زَمْزَمَ عَيْنًا فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَبْلِ الرُّكْنِ - (۸۴)

یعنی، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ بے شک زمزم میں حجر اسود کی جانب سے آنے والا چشمہ جنت میں سے ہے۔

تو مذکورہ دونوں روایتوں کو مد نظر رکھتے ہو یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اُس چاہ زمزم کے پانی میں جنت کے چشمے کا پانی شامل ہے کہ جو بیت اللہ یا حجر اسود کی جانب سے آتا ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

(۸۳) المصنّف لإبْنِ أَبِي شَيْبَةَ كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ فِي الْفَأْرَةِ وَالْذَّاجَةِ وَأَشْبَاهَهُمَا تَقَعُ فِي الْبَيْتِ،

برقم: ۱۹۷/۲، ۱۷۳/۲

(۸۴) الجامع لأحكام القرآن، سورة إبراهيم، تحت الآية: ۳۷، ۳۷۰/۵

کیا آب زمزم ٹوپی اُتار کر پینا چاہیے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آب زمزم کھڑے ہونے کے ساتھ ساتھ ٹوپی بھی اُتار کر پینا چاہیے اس کی کیا حقیقت ہے برائے کرم نقلی و عقلی دلیل سے جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

(السائل: عبدالقادر راغب رضوی، امام اعظم گروپ، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورتِ مسئلہ میں آب زمزم پینے والا اگر حالتِ احرام میں ہوگا تو ننگے سر پہنے گا کیونکہ حالتِ احرام میں سر ڈھکنا ممنوعاتِ احرام میں سے ہے کہ حالتِ احرام میں سر ڈھکنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں: (ولو غطى جميع رأسه أو وجهه) أى جميع وجهه (بمنحيط أو غيره يوماً أو ليلة) وكذا مقدار أحدهما (فعليه دم) أى كامل بلا خلاف (وفى الأقل من يوم) وكذا من ليلة (صدقة. والربع منهما كالكل) (۸۵)

یعنی، اگر کسی نے اپنے تمام سر یا چہرے کو سسلے ہوئے کپڑے یا اس کے علاوہ کے ساتھ مکمل ایک دن (صحیح صادق تا غروب آفتاب) یا مکمل ایک رات (بعد غروب آفتاب تا صحیح صادق) ڈھانپ لیا اور اسی طرح ان دونوں (یعنی دن اور رات) میں سے کسی ایک کی مکمل مقدار ڈھانپا تو اُس پر بغیر کسی اختلاف کے دم لازم ہوگا اور ایک دن اور ایک رات سے کم ڈھانپنے میں صدقہ لازم ہوگا اور ان دونوں (چہرہ یا سر) میں سے چوتھائی کے

(۸۵) لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط، باب الجنایات وأنواعها، النوع الأول: فى حكم

اللبس، فصل فى تغطية الرأس والوجه، ص: ۴۳۵

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ڈھانپنے پر کل کوڈھانپنے کی مثل حکم ہے۔

ہاں اگر کسی شخص پر احرام کی پابندیاں عائد نہ ہوں اور وہ ٹوپی پہنے ہوئے ارادہ کرے کہ میں آب زمزم سے تین چلو پانی اپنے سر پر ڈالوں تو اسے چاہیے کہ اگر یہ فعل ادا کرنا ٹوپی اتارے بغیر ممکن نہ ہو تو اسے اتار کر کر لے کیونکہ جو کوئی ایسا فعل کرے تو وہ ہمیشہ ذلت سے محفوظ رہے گا۔

چنانچہ قاضی و مفتی مکہ مکرمہ امام أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن ضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ومنها: أنه أن من حنى على رأسه منها ثلاث حثيات لم تصبه ذلة أبداً۔ (۸۶)

یعنی، آب زمزم کے خواص سے ہے کہ بے شک جو زمزم سے تین چلو لے کر اپنے سر پر ڈالے تو تو اسے کبھی ذلت نہ پہنچے گی۔

لہذا اگر کوئی اس فضیلت کو پانے کے لیے ٹوپی اتارے جبکہ بغیر اس کے پانی نہ پہنچتا ہو تو پھر یہ کرنا (یعنی ٹوپی اتارنا) مستحسن قرار پائے گا کیونکہ مقصود ذکر کردہ فضیلت کا حصول ہے۔

اور آب زمزم پینے والا جب حالت احرام میں نہ ہو اور اس کے سر پر ٹوپی یا عمامہ ہو تو زمزم پینے کے لئے سر کونگا کرنا مناسب نہیں ہے اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء میں سے کوئی ایسی حدیث شریف اور فقہائے احناف کے اقوال میں سے کسی فقیہ کا قول نظر سے نہیں گزرا کہ جس میں اس بات کی تصریح ہو کہ آب زمزم نوش کرتے وقت سر کونگا کرنا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے۔

(۸۶) البحر العمیق، الباب التاسع عشر فی تاریخ مکة وما يتعلق بالكعبة..... إلخ، ذکر فضل زمزم

وخواصها، ۲۵۷۳/۵

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-18

یوم الإثنين ۳ ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ - ۱۴ أغسطس ۲۰۱۸م

کیا مسجد قباء میں ایک نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ مسجد قباء میں دو رکعت نماز ایک عمرہ برابر ثواب رکھتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور پھر صرف دو رکعت کافی ہیں یا چار پڑھے؟ (السائل: محمد معین، مدینہ منورہ) باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:- صورت مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسجد قباء میں دو رکعت نماز کو ایک عمرے کے برابر قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام أبو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۵ھ روایت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ، فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً، كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ۔ (۸۷)

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے گھر میں طہارت حاصل کرے (یعنی وضو کرے) پھر وہ مسجد قباء آئے پھر اس میں نماز پڑھے تو اس کے لیے عمرہ کا اجر ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۹۷ھ اور علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ۔ (۸۸)

(۸۷) سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جافى الصلاة في مسجد قباء، برقم:

۱۸۹/۲، ۱۴۱۲

(۸۸) سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جافى الصلوة في مسجد قباء، برقم: ۲۴۴/۱، ۳۲۴

کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، کتاب الفضائل، فضائل المدينة، وما حولها علی ساکنها أفضل

الصلاة والسلام، برقم: ۱۱۹/۱۲، ۳۴۹۷۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یعنی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے مسجدِ قباء میں نمازِ عمرہ کی مثل ہے۔
امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ لکھتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ، فَصَلَّى فِيهِ كَانَتْ عُمْرَةً۔ (۸۹)
یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجدِ قباء آئے پھر اُس میں نماز پڑھے تو عمرہ (کے برابر اجر) ہوگا۔

امام طبرانی روایت کرتے ہیں اور علامہ علی متقی ہندی روایت نقل کرتے ہیں: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ صَلَّى فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ رَكَعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ عُمْرَةً۔ (۹۰)

یعنی، جو اچھے سے وضو کرے پھر مسجدِ قباء میں دو رکعت نماز پڑھے تو یہ اُس لیے عمرہ ہو گیا۔

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ ”السنن الکبریٰ“ (۹۱) اور ”الجامع شعب الإيمان“ (۹۲) میں حدیث شریف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ كَعُمْرَةٍ۔

(۸۹) المعجم الكبير، ما أسند سهل بن حنيف، أبو أمانة بن سهل بن حنيف عن أبيه، برقم: ۵۵۵۹، ۷۵-۶

(۹۰) المعجم الكبير، ما أسند سهل بن حنيف، أبو أمانة بن سهل بن حنيف عن أبيه، برقم: ۵۵۶۱، ۷۵-۶

كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الفضائل، فضائل المدينة، وما حولها على ساكنها أفضل الصلاة والسلام، برقم: ۱۱۸/۱۲، ۳۴۹۶۴

(۹۱) السنن الكبرى، كتاب الحج، باب إتيان مسجد قباء والصلاة فيه، برقم: ۴۰۸/۵، ۱۰۲۹۵

(۹۲) الجامع شعب الإيمان، المناسك، فضل الحج والعمرة، برقم: ۶۷/۶، ۳۸۹۲

یعنی، (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) مسجدِ قباء میں نمازِ عمرہ کی مثل ہے۔
امام ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلَّى فِيهِ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ۔ (۹۳)

یعنی، جو اپنے گھر سے طہارت حاصل کرے پھر مسجدِ قباء آئے پھر اس میں نماز پڑھے تو اُس کے لیے عمرہ کے اجر کی مثل ہے۔

علامہ متقی ہندی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلَّى فِيهِ كَانَ كَعُمْرَةٍ۔ (۹۴)

یعنی، جو مسجدِ قباء آئے پھر اُس میں نماز پڑھے تو یہ عمرہ کی مثل ہوگا۔

امام ابو یزید عمر بن شبہ نمیری بصری کی نقل کردہ دو روایتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً، كَانَ لَهُ أَجْرُ عُمْرَةٍ۔ (۹۵)

یعنی، جو اپنے گھر میں طہارت حاصل کرے پھر وہ مسجدِ قباء آکر اس میں نماز پڑھے تو اُس کے لیے عمرہ کا اجر ہے۔

(۲) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ كَانَتْ صَلَاتُهُ فِيهَا كَعُمْرَةٍ۔ (۹۶)

(۹۳) الفتح الكبير، حرف الميم، برقم: ۱۱۶۰، ۱۷۰/۳

(۹۴) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الفضائل، فضائل المدينة، وما حولها على ساكنها أفضل الصلاة والسلام، برقم: ۱۱۹/۱۲، ۳۴۹۷۰

(۹۵) تاريخ المدينة المنورة لابن شبة، باب الرخصة في النوم فيه، ۴۰/۱

(۹۶) تاريخ المدينة المنورة لابن شبة، باب الرخصة في النوم فيه، ۴۲/۱

یعنی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ بے شک حضور علیہ السلام نے فرمایا جو مسجد قباء میں نماز قائم کرے تو اس کی اس میں نماز عمرہ کی مثل ہوگی۔

اور افضل یہ ہے کہ ہفتہ کے روز صبح کے وقت جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس روز مسجد قباء تشریف لے جانا مروی ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اس حوالے سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَا شِئًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ۔ (۹۷)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر تشریف لاتے تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی کرتے تھے۔

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَا شِئًا وَرَاكِبًا، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُهُ۔ (۹۸)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے روز مسجد قباء پیدل اور سوار تشریف لاتے اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی یہی کرتے تھے۔

(۹۷) صحيح البخارى، كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب من أتى مسجد قباء كل سبت، برقم: ۲۸۸/۱، ۱۱۹۳

(۹۸) شرح السنة، كتاب الصلاة، باب مسجد قباء، برقم: ۴۵۸، ۱۰۸/۲

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں: نیز روایت کردہ است ابن ابی شیبہ و حاکم بسند صحیح عن سعد بن ابی وقاص کہ گفت اگر بگذارم من در مسجد قبا دو رکعت را دو ست تر بازد بسوئے من به ازانکہ بیایم در بیت المقدس دو مرتبه ولیکن لفظ دو مرتبه در روایت ابن ابی شیبہ است فقط۔ (۹۹)

یعنی، نیز ابن ابی شیبہ اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسجد قباء میں نماز پڑھوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیت المقدس دو بار آؤں، لیکن لفظ دو مرتبہ فقط ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے۔

اسی لیے فقہائے کرام نے ہفتہ کے روز جانے کو مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے:

ويستحب أن يأتي مسجد قباء يوم السبت۔ (۱۰۰)

یعنی، مستحب یہ ہے کہ ہفتے کے روز مسجد قباء آئے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: يستحب زیارتہ يوم السبت۔ (۱۰۱)

(۹۹) حیات القلوب فی زیارتہ المحبوب، باب چہار دہم، فصل دہم در مساجد کہ منسوب اند بسوئے آنحضرت ﷺ..... إلخ، ص: ۳۴۰

(۱۰۰) الفتاوی الہندیہ، کتاب المناسک، خاتمة فی زیارتہ قبر النبی ﷺ، ۲۶۷/۱

(۱۰۱) لباب المناسک و عیاب المسالک، باب زیارتہ سید المرسلین ﷺ، فصل فی المساجد المنسوبة

إلیہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۱۳

یعنی، مسجدِ قباء کی زیارت ہفتہ کے دن مستحب ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی بن سلطان قاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں: مسجدِ قباء کی زیارت مطلقاً مستحب ہے باقی ہفتہ کے روز کا ذکر إنما هو بیان الأفضل لما روی إتيانه ﷺ يوم الإثنين أيضاً وصبيحة عشر رمضان، وكان عمر رضى الله عنه يأتي قبا يوم الإثنين والخميس۔ (۱۰۲)

یعنی، یہ صرف افضل اوقات کا بیان ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر کے روز تشریف لانا بھی مروی ہے اور دسویں رمضان کی صبح کو (تشریف لانا بھی مروی ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کو قباء تشریف لاتے تھے۔

مسجدِ قباء کسی بھی روز جائے ثواب عمرہ ہی کے برابر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہوا۔

چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں: أى سواء يكون يوم السبت أو غيره لعمومه۔ (۱۰۳)

یعنی، حدیث شریف کے عموم کی وجہ سے برابر ہے (مسجدِ قباء میں دو رکعت نماز پڑھنا) ہفتہ کے روز ہو یا اس کے غیر اور دن میں ہو۔

اور لکھتے ہیں: ثم عدد الركعات التي تقوم مقام العمرة ركعتان۔ (۱۰۴)

(۱۰۲) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل في المساجد المنسوبة إليه ﷺ، ص: ۷۳۳-۷۳۴

(۱۰۳) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، مع إرشاد السارى، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل في المساجد المنسوبة إليه ﷺ، ص: ۷۳۴

(۱۰۴) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل في المساجد المنسوبة إليه ﷺ، ص: ۷۳۴

یعنی، پھر تعدادِ رکعات جو عمرہ کے قائم مقام ہیں وہ دو رکعتیں ہیں۔

اور ایک روایت میں چار رکعتوں کا تذکرہ بھی ہے۔

علامہ علی متقی ہندی روایت نقل کرتے ہیں: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَضُوْءَهُ ثُمَّ

دَخَلَ مَسْجِدَ قَبَاءَ فَرَكِعَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ كَانَ ذَلِكَ عَدْلَ عُمْرَةٍ۔ (۱۰۵)

یعنی، جو اچھے سے وضو کرے پھر مسجدِ قباء میں داخل ہو کر چار رکعت نماز قائم

کرے تو یہ عمرہ کے برابر ہے۔

اس روایت میں چار رکعتوں کا ذکر تو ہے لیکن شاید یہاں دو رکعت تحیۃ المسجد اور دو

رکعت ثواب عمرہ پر محمول ہے۔ اور یہ کیوں کر نہ ہو کہ اوپر ذکر کی گئی ”الجم الكبير“ اور ”کنز

العمال“ کی روایت میں صراحت کے ساتھ دو رکعت کا ذکر موجود ہے۔

چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں: وفي رواية أربع ركعات، ولعله محمول على

أن ركعتين للتحية وآخرين لمثوبة العمرة۔ (۱۰۶)

یعنی، شاید یہ اس پر محمول ہے کہ بے شک دو رکعتیں تحیۃ المسجد کے لیے ہے اور

دو رکعتیں عمرہ کے ثواب کے لیے ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-58

يوم السبت ٦، محرم الحرام، ١٤٤٠ھ- ١٥ سبتمبر، ٢٠١٨م

سرف عمرہ ادا کرنے والے کو حاجی کہنا کیسا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱۰۵) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الفضائل، فضائل المدينة، وما حولها على ساكنها

أفضل الصلاة والسلام، برقم: ١١٨/١٢٠٣٤٩٦٣

(۱۰۶) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل في المساجد المنسوبة إليه ﷺ، ص: ۷۳۴

بعض لوگ ایسے لوگوں کو بھی حاجی کہتے ہیں جنہوں نے صرف عمرہ ادا کیا ہوتا ہے، کبھی حج نہیں کیا، کیا ایسا کہنا شرعاً درست ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے حج کے دور کن ہیں ایک وقوف عرفہ یعنی نو ذوالحجہ کو احرام حج کے ساتھ عرفات میں پایا جانا۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الْحَجُّ عَرَفَةٌ۔ (۱۰۷)

یعنی، حج عرفہ میں قیام کا نام ہے۔
اور دوسرا رکن طواف زیارت ہے۔

جبکہ عمرہ کا رکن احرام عمرہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا ہے اور حج کے ایام مخصوص ہیں جبکہ عمرہ کے ایام مخصوص نہیں ہیں۔ حج سال میں صرف ایک بار ادا کیا جاسکتا ہے جبکہ عمرہ سال میں جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں۔ نیز قرآن کریم میں حج اور عمرہ کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ﴾ (۱۰۸)

ترجمہ: تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے۔ (۱۰۹)

(۱۰۷) سُنَنُ التِّرْمِذِيِّ، کتاب الحج، باب ماجاء فیمن ادرك الإمام.... إلخ، برقم: ۸۸۹، ۵۲/۲

المسند للإمام أحمد، ۳۱۰/۴

سُنَنُ ابْنِ مَاجَةَ، کتاب المناسك، باب (۵۷) مَنْ أَتَى عَرَفَةَ إلخ، برقم: ۳۰۱۵، ۴۷۳/۳

السُّنَنُ الْكُبْرَى لِلْبَيْهَقِيِّ، کتاب الحج، (۲۴۹) باب إدراك الحج..... إلخ، برقم: ۹۸۱۲، ۲۸۲/۵

سُنَنُ النَّسَائِيِّ، کتاب مناسك الحج، باب فیمن لم يدرك صلاة الصبح..... إلخ، برقم: ۳۰، ۲۷۲/۵

سُنَنُ الدَّارِقُطْنِيِّ، کتاب الحج، باب المواقيت، برقم: ۲۴۹۴

(۱۰۸) البقرة: ۱۵۸/۲

(۱۰۹) کنز الایمان

حدیث شریف میں ہے: الْحَجَّاجُ وَالْعَمَّارُ، وَفَدُ اللَّهِ، إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ، وَإِنْ اسْتَعْفَرُوهُ غَفَرَ لَهُمْ۔ (۱۱۰)

یعنی، حج و عمرہ کرنے والے اللہ (عزّ وجلّ) کے وفد ہیں، اگر وہ دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوگی اور اگر وہ مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے کہ: تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يُنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ، كَمَا يُنْفِي الْكَبِيرُ خُبَّتَ الْحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ دُونَ الْجَنَّةِ۔ (۱۱۱)

یعنی، پے درپے حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ دونوں (حج و عمرہ) محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور (مقبول) کا ثواب جنت ہے۔

اور حدیث شریف میں آتا ہے: مَنْ خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِي طَرِيقِهِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَجْرَ الْغَازِيِ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (۱۱۲)

یعنی، جو حج یا عمرہ یا جہاد کرنے کے لئے نکلا پھر وہ راستے میں مر گیا اللہ (عزّ وجلّ) اس کے لئے روز قیامت تک کے لئے غازی (جہاد کرنے والے) اور حاجی (حج کرنے والے) اور معتمر (عمرہ کرنے والے) کا ثواب لکھ دے گا۔

(۱۱۰) سُنَنُ ابْنِ مَاجَةَ، کتاب المناسك، باب: فضل دعاء الحاج، برقم: ۲۸۹۲، ۲۸۹۲/۳

(۱۱۱) المسند للإمام أحمد بن حنبل، برقم: ۱۸۵/۶، ۳۶۶۹

سُنَنُ التِّرْمِذِيِّ، کتاب الحج، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة، برقم: ۴/۲، ۸۱۰

سُنَنُ النَّسَائِيِّ، کتاب مناسك الحج، باب فضل المتابعة بين الحج والعمرة، برقم: ۲۶۲۲، ۱۱۸/۵

(۱۱۲) الجامع لشعب الإيمان، وهو باب فی المناسك، فضل الحج والعمرة، برقم: ۳۸۰، ۱۵/۶

اور ”صحیح مسلم شریف“ میں ہے: فَأَنْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُمَيْرِيُّ حَاجِّينَ أَوْ مُعْتَمِرِينَ۔ (۱۱۳)

یعنی، (یجی بن یحییٰ فرماتے ہیں) کہ میں اور حمید بن عبد الرحمن حمیری حج یا عمرہ کی غرض سے چلے۔

اس عبارت میں ”حَاجِّينَ أَوْ مُعْتَمِرِينَ“ آیا ہے اور ”أَوْ“ أَحَدَ الْمَذْكَورِينَ کے لئے آتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حج کے ارادے سے چلے تھے یا عمرہ کے ارادے سے اور اس کا مفہوم یہی ہے کہ حج اور عمرہ الگ الگ ہیں۔

اور عربی زبان میں حج کرنے والے کو حاجی اور عمرہ کرنے والے کو معتمر کہا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا مفصل بحث سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ عمرہ کرنے والا حاجی نہیں ہے۔

باقی جو حدیث شریف میں عمرہ کو حج اصغر کہا گیا ہے جیسا کہ: وَإِنَّ الْعُمْرَةَ الْحَجُّ الْأَصْغَرُ۔ (۱۱۴)

یعنی، بیشک عمرہ حج اصغر ہے۔

اس بنا پر اگر کوئی عمرہ کرنے والے کو حاجی کہے تو درست ہوگا لیکن فی زمانہ لوگ جو عمرہ کرنے والے کو حاجی کہتے ہیں وہ اس حدیث شریف کی بنا پر نہیں کہتے بلکہ حرمین طہیین کی حاضری کی بنا پر عمرہ کرنے والے کو حاجی کہہ دیتے ہیں جو کہ درست نہیں ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دم کی ادائیگی کرنے والے کیا اپنے دیئے گئے دم کا گوشت کھا سکتا ہے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دم میں دیئے گئے جانور کا گوشت کیا دم کی ادائیگی کرنے والا خود کھا سکتا ہے یا فقراء پر صدقہ لازمی ہے جبکہ یہ دم کسی جرم کی وجہ سے لازم آیا ہے؟

(سائل: محمد حنیف c/o مفتی عبد الرحمن، عزیزیہ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:- صورت مسئلہ میں دم میں دیئے گئے جانور کا گوشت دم کی ادائیگی کرنے والا نہیں کھا سکتا۔ اور نہ ہی کوئی ایسا شخص کھا سکتا ہے کہ جو صاحب نصاب ہو۔

چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: وَعَلَيْهِ التَّصَدُّقُ بِلَحْمِهِ بَعْدَ الذَّبْحِ عَلَى فَقَرَاءِ الْحَرَمِ، وَإِنْ تَصَدَّقَ عَلَى غَيْرِهِمْ مِنَ الْفُقَرَاءِ أَجْزَاهُ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّ الصَّدَقَةَ عَلَى كُلِّ فَقِيرٍ قُرْبَةً۔ (۱۱۵)

یعنی، اُس پر (دم کی ادائیگی کرنے والے پر) ذبح کے بعد اُس کا گوشت حرم کے فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے اور اگر کوئی ان کے علاوہ (یعنی حرم کے فقراء) فقراء پر صدقہ کرے تو اُسے ہمارے نزدیک جائز ہے کیونکہ صدقہ کرنا ہر فقیر پر نیکی ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے، غنی کو کھلائے، مساکین کو دے اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔ (۱۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حالت نماز میں عورت کا نقاب کرنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کسی ایسی جگہ ہو جہاں غیر محرم بھی ہوں اور نماز کا وقت ہو اور اس نے نماز بھی پڑھنی ہو تو وہ نماز میں کیا کرے نقاب کر کے نماز پڑھے یا بغیر نقاب کے جیسے مسجد الحرام میں یہ مسئلہ خواتین کو پیش آتا ہے اس کے بارے میں شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:- صورت مسئلہ میں عورت کا حالت نماز میں نقاب کرنا مکروہ ہے اور اس کی کراہیت تابعین کرام اور فقہائے کرام سے ثابت ہے جیسے حضرت جابر بن زید، طاؤس، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور فقہائے احناف جیسے امام ابو بکر بھصاں رازی متوفی ۳۷۰ھ، امام فخر الدین عثمان بن علی زلیعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ سے منقول ہے۔

حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عسی کوفی متوفی ۲۳۵ھ روایت لکھتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ أَوْ تَطُوفَ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ۔ (۱۱۷)

یعنی، حضرت جابر بن زید سے مروی ہے کہ آپ نے اسے مکروہ قرار دیا کہ عورت اس حالت میں نماز پڑھے کہ اُس نے نقاب کیا ہو اور عورت طواف کرے اس حالت میں کہ اُس نے نقاب کیا ہو۔

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عسی کوفی متوفی ۲۳۵ھ روایت لکھتے

ہیں: عَنْ طَاوُسٍ: أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ۔ (۱۱۸)

یعنی، حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ آپ نے اسے مکروہ قرار دیا کہ عورت اس حالت میں نماز پڑھے کہ اُس نے نقاب کیا ہو۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عسی کوفی متوفی ۲۳۵ھ روایت لکھتے

ہیں: عَنْ الْحَسَنِ، قَالَ: كَانَ يَكْرَهُ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ مُتَنَقِّبَةً۔ (۱۱۹)

یعنی، امام حسن بصری سے مروی ہے کہ آپ نے اسے مکروہ قرار دیا کہ عورت اس حالت میں نماز پڑھے کہ اُس نے نقاب کیا ہو۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری متوفی ۱۹۲ھ لکھتے ہیں: عَنْ أَبِي

حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُعْطَى الرَّجُلُ فَاهُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، وَيَكْرَهُ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ۔ (۱۲۰)

یعنی، حضرت امام ابو حنیفہ سے مروی ہے اور وہ حضرت حماد سے اور وہ حضرت

ابراہیم (نخعی) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اسے مکروہ جانتے تھے کہ مرد اپنے منہ کو ڈھکے اس حالت میں کہ وہ نماز میں ہو اور اسے (بھی) مکروہ جانتے تھے کہ عورت اس حالت میں نماز پڑھے کہ اُس نے نقاب کیا ہو۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں: وَلَا بَأْسَ أَنْ تَغْطِيَ الْمَرْأَةُ فَاهَهَا فِي إِحْرَامِهَا إِلَّا فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا لَا تَغْطِيهِ فِيهَا۔ (۱۲۱)

یعنی، اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے احرام میں اپنا منہ ڈھکے (یعنی اوپر سے چادر لٹکا لے جیسا کہ مندرجہ ذیل میں ہے) سوائے نماز کے پس وہ نماز میں چہرہ نہیں ڈھکے گی۔ اس عبارت کے تحت امام ابو بکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: وَهَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ عَلَى سَبِيلِ سَدْلِ الْخِمَارِ، لَا عَلَى جِهَةِ النِّقَابِ، لِأَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَنْتَقِبَ، وَيَكْرَهُ تَغْطِيَةَ الْفَمِ فِي الصَّلَاةِ، لَمَّا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ۔ (۱۲۲)

یعنی، (عورت کا منہ ڈھکنا) چاہیے کہ سر سے چادر لٹکانے کے طور پر ہونہ کہ نقاب کے طور پر اس لئے کہ عورت کو حالت احرام میں نقاب نہیں کرنا چاہیے اور نماز میں منہ چھپانا مکروہ ہے کیونکہ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے۔ اور فقہاء کرام نے نماز میں تثم کو مجوسیوں کے فعل کے مشابہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین عثمان بن علی زلیعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: وَيُكْرَهُ التَّثَمُّ وَهُوَ تَغْطِيَةُ الْأَنْفِ وَالْفَمِ فِي الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّهُ يُشَبِّهُ فِعْلَ الْمُجُوسِ۔ (۱۲۳)

(۱۲۱) مختصر الطحاوی، کتاب الحج، باب ما یجتنبه المحرم، محظورات الإحرام للنساء، ۱/۱۹۱

(۱۲۲) شرح مختصر الطحاوی، کتاب المناسک، باب ما یجتنبه المحرم، ۲/۵۵۹

(۱۲۰) الآثار لأبی یوسف، باب افتتاح الصلاة، برقم: ۱۴۸، ص: ۳۰

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، تحت قوله:

وسدله، ۱/۴۱۱)

یعنی، تثم مکروہ ہے اور یہ نماز میں منہ اور ناک کو ڈھانپنا ہے کیونکہ یہ فعل مجوس کے مشابہ ہے۔

اور یہاں کراہت کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد کراہت تحریمی ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: نَوَعَانِ أَحَدُهُمَا مَا كُرِهَ تَحْرِيمًا وَهُوَ الْمُحْمَلُ عِنْدَ إِطْلَاقِهِمُ الْكُرَاهَةَ كَمَا ذَكَرَهُ فِي "فَتْحِ الْقَدِيرِ" مِنْ كِتَابِ الزَّكَاةِ۔ (۱۲۴)

یعنی، مکروہ کی دو قسمیں ہیں: اُن میں سے ایک مکروہ تحریمی ہے اور مطلق کراہت کا محمل مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اسے "فتح القدیر" کے کتاب الزکوٰۃ میں ذکر کیا۔

اور علامہ ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: وَالْمَكْرُوهُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ نَوَعَانِ مَكْرُوهٌ تَحْرِيمًا وَهُوَ الْمُحْمَلُ عِنْدَ إِطْلَاقِهِمُ الْكُرَاهَةَ۔ (۱۲۵)

یعنی، فقہاء کے نزدیک مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک مکروہ تحریمی ہے اور مطلق کراہت کا محمل مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: نَوَعَانِ أَحَدُهُمَا مَا كُرِهَ تَحْرِيمًا، وَهُوَ الْمُحْمَلُ عِنْدَ إِطْلَاقِهِمُ الْكُرَاهَةَ۔ (۱۲۶)

(۱۲۴) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة الصلاة وما یکرہ فیہا، تحت قوله: وَكَرِهَ عِثَهُ

بشوبہ وبدنہ، ۲/۳۳

(۱۲۵) حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی المکروہات، ص: ۸۰

(۱۲۶) رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی تعریف المکروہ وأَنَّهُ قَدْ يَطْلُقُ..... إلخ، تحت

قوله: وَمَكْرُوهُهُ، ۱/۲۸۰

یعنی، مکروہ کی دو قسمیں ہیں اُن میں سے ایک مکروہ تحریمی ہے اور مطلق کراہت کا محمل مکروہ تحریمی ہے۔

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں: لِأَنَّ إِطْلَاقَ الْكَرَاهَةِ مَصْرُوفٌ إِلَى التَّحْرِيمِ۔ (۱۲۷)
یعنی، مطلق کراہت کا ہونا تحریمی کی طرف پھیرا جائے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-15

يوم الخميس، ذوالقعدة، ۱۴۳۹ھ - ۱۲، أغسطس ۲۰۱۸م

آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینا کیسا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینا شرعاً کیسا ہے؟ حالانکہ ایک حدیث شریف سے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں کھڑے ہو کر آب زمزم پینا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مبارک عمل سے ثابت ہے اور جس حدیث شریف سے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا تو حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے کھانے کے بارے میں عرض کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ زیادہ بُرا ہے۔ (۱۲۸)

(۱۲۷) رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی تعریف المکروہ وأنه قد يطلق..... إلخ، تحت

قوله: تحريماً لو بماء النهر والمملوك له..... إلخ، ۲۸۱/۱

(۱۲۸) صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهية الشرب قائماً برقم: ۲۰۲۴/۳، ۱۶۰۰، وفيه: عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِماً، قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا فَلَا كُلُّ، فَقَالَ: ذَلِكَ أَشْرَأُ أَحَبُّ

اور اس حدیث شریف میں مطلق طور پر کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا گیا ہے لہذا کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ پھر آب زمزم کو بھی بیٹھ کر پیا جائے کیونکہ ”أُصول فقہ“ کا قاعدہ یہ ہے کہ ”مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینا دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ: سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

یعنی، حضرت امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں (یعنی امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم میں سے پلایا پس حضور علیہ السلام نے اسے حالت قیام میں پیا۔

اس حدیث پاک کو امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے ”صحيح بخاری“ (۱۲۹) میں، امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نيساپوری متوفی ۲۶۱ھ نے ”صحيح مسلم“ (۱۳۰) میں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ”الدراية فيما جاء في ماء زمزم من الرواية“ (۱۳۱) میں نقل فرمایا۔

اسی لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ زمزم شریف کھڑے ہو کر پیا جائے۔

(۱۲۹) صحيح بخاری، كتاب الحج، باب ما جاء في زمزم، برقم: ۱۶۳۷، ۴۰۳/۱

(۱۳۰) صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب في الشرب من زمزم قائماً، برقم: ۲۰۲۷/۳، ۱۶۰۱

(۱۳۱) الدراية فيما جاء في ماء زمزم من الرواية، القسم الأول سياق الأحاديث الصحيحة في

الباب، الحديث الثالث، ص: ۲۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

چنانچہ علامہ علاء الدین سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ لکھتے ہیں: ثم یأتی زمزم ویشرب من مائها قائماً۔ (۱۳۲)

پھر وہ (چشمہ) زمزم پر آئے اور اس کا پانی کھڑے ہو کر پیئے۔

اور علامہ علاء الدین کاسانی حنفی متوفی ۵۳۹ھ نے ”تحفہ“ کی شرح میں اسے برقرار رکھا ہے، اس پر کسی قسم کا کوئی کلام نہیں فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ زمزم شریف کھڑے ہو کر پیا جائے۔ (۱۳۳)

اسی طرح فقہ حنفی کی دیگر کتب میں بھی مذکور ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۳، ذو الحجة ۱۴۳۹ھ۔ ۲۴ أغسطس ۲۰۱۸م FU-33

کیا زمزم شریف سے بھوک ٹپتی ہے اور شفاء کا حصول ہوتا ہے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زمزم شریف ایک پانی ہے تو اس سے پیاس کا بجھنا ایک فطری امر ہے مگر سنا ہے کہ یہ بھوک بھی مٹاتا ہے اور بیماریوں سے شفاء بھی دیتا ہے کیا یہ بات درست ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقُدس الجواب :- آب زمزم سے پیاس بجھتی ہے، بھوک ٹپتی ہے، بیماریوں سے شفاء ملتی ہے الغرض اسے جس صالح مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: مَاءُ زَمْزَمَ، لِمَا شَرِبَ لَهُ۔

یعنی، زمزم کا پانی اس مقصد کے لیے ہے جس مقصد کے لیے پیا جائے۔

(۱۳۲) تحفة الفقهاء، کتاب المناسک، باب الإحرام، ص ۲۰۳

(۱۳۳) بدائع الصنائع، کتاب الحج، باب فصل فی شرائط أركانه، ۱۵۰/۳

اسے امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عیسیٰ کوفی متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی ”مصنف“ (۱۳۴) میں، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی ”مسند“ (۱۳۵) میں، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۵ھ نے اپنی ”سنن“ (۱۳۶) میں، امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی ”سنن“ (۱۳۷) اور ”شعب الایمان“ (۱۳۸) میں، امام جمال الدین ابوالحاج یوسف بن عبد الرحمن مزنی متوفی ۷۴۲ھ نے ”تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف“ (۱۳۹) میں روایت کیا ہے اور امام ابوالفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے ”الفتح الكبير“ (۱۴۰) اور ”الدرة المنتشرة فی الأحادیث المشتهرة“ (۱۴۱) میں، علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے ”کنز العمال“ (۱۴۲) میں، امام عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ابی زید ثعالبی مالکی متوفی ۸۷۵ھ نے اپنی ”تفسیر“ (۱۴۳) میں، امام ابو بکر محمد بن

(۱۳۴) المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الحج، باب في فضل زمزم، برقم: ۳۹۳/۸، ۱۴۳۴۰

(۱۳۵) المسند للإمام أحمد، تنمة مسند جابر بن عبد الله رضى الله عنه، برقم: ۱۴۸۴۹، ۱۴۰/۲۳

(۱۳۶) سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الشرب من زمزم، برقم: ۴۹۷/۳، ۳۰۶۲۲

(۱۳۷) السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحج، باب سقاية الحاج والشرب.... إلخ، برقم: ۲۴۱/۵، ۹۶۶۰

(۱۳۸) الجامع شعب الإيمان، المناسك، فضل الحج والعمرة، برقم: ۳۰/۶، ۳۸۳۲

(۱۳۹) تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف، ومن مسند جابر بن عبد الله بن عمرو بن حرام أبي عبد الله

الأنصاري السلمي عن النبي ﷺ، ۳۴: عبد الله بن المؤمل المخزومي المكي، عن أبي الزبير، عن

جابر، برقم: ۳۰۹/۲، ۲۷۸۴

(۱۴۰) الفتح الكبير، حرف الميم، برقم: ۷۰/۳، ۱۰۳۸۹

(۱۴۱) الدرّة المنتشرة في الأحاديث المشتهرة، حرف الميم، ص: ۲۱۵

(۱۴۲) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الفضائل، فضائل الأمكنة والأزمنة، زمزم،

برقم: ۱۰۱/۱۲، ۳۴۷۶۹

(۱۴۳) تفسیر الشعالبی المسمی بالجواهر الحسان فی تفسیر القرآن، سورة ابراهيم، تحت الآية: ۳۷،

عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے ”أحكام القرآن“ (۱۴۴) میں، حافظ أبو الفضل شہاب الدین أحمد بن علی بن محمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ”التلخیص“ (۱۴۵) میں، امام فخر الدین عثمان بن علی زلیعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے ”تبیین الحقائق“ (۱۴۶) میں، امام أبو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد أرزقی متوفی ۲۵۰ھ نے ”أخبار مكة“ (۱۴۷) میں، امام أبو سعد عبد الملک بن أبی عثمان محمد بن ابراہیم خرکشی نيساپوری متوفی ۴۰۶ھ نے ”مناحل الشفا“ (۱۴۸) میں، امام حافظ أبو نعیم أحمد بن عبد اللہ بن أحمد بن اسحاق اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے ”موسوعة الطب النبوی“ (۱۴۹) میں، موسوعة الطب النبوی، باب كثرة الإغتسال بالماء مما يتغير منه اللون ويسحب منه الجلد، المياه التي يتعالج بها كلها، خيرها زمزم، ۶۷۰/۲ میں، امام محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ نے ”سبل الهدی“ (۱۵۰) میں، علامہ أبو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم بن أحمد حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ نے اپنی ”سیرت“ (۱۵۱) میں نقل فرمایا۔

(۱۴۴) أحكام القرآن، سورة ابراهيم، تحت الآية: ۳۷، ۹۷/۳

(۱۴۵) التلخیص الحیرفی تخريج أحاديث الراعى الكبير، كتاب الحج، باب دخول مكة.... إلخ، برقم ۵۴۴/۲، ۱۰۷۸

(۱۴۶) تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ثم اشرب من زمزم، ۳۱۹/۲

(۱۴۷) أخبار مكة وما جاء فيها من الآثار، ذكر فضل زمزم وما جاء في ذلك، ۵۳/۲

(۱۴۸) أخبار مكة وما جاء فيها من الآثار، ذكر فضل زمزم وما جاء في ذلك، ۵۳/۲

(۱۴۹) مناحل الشفا ومناهل الصفا بتحقيق كتاب شرف المصطفى ﷺ، باب ما جاء في فضل مكة، فصل: ذكر ما جاء في فضل مائها وهو ماء زمزم، برقم ۴۱۶، ۲۲۰/۲

(۱۵۰) سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد، جماع أبواب بعض فضائل بلده.... إلخ، الباب

السابع: في فضائل زمزم، ۱۸۱/۱

(۱۵۱) السيرة الحلبية، باب ذكر أول الناس إيماناً به ﷺ، ۳۹۸/۱

لہذا اگر اسے بھوک مٹانے کے لیے پیا جائے تو یہ بھوک مٹائے گا اور اگر شفاء کی غرض سے پیا جائے گا تو مرض سے شفاء حاصل ہوگی اور نہ صرف یہی بلکہ اسے جس کسی غرض کے حصول کے لیے پیا جائے تو وہ مقصد حاصل ہوگا۔

اور صرف اسی حدیث پر اکتفا نہیں بلکہ حدیث شریف میں تو صراحت کے ساتھ کھانے اور شفاء کا تذکرہ بھی آیا ہے۔

چنانچہ علامہ علی متقی ہندی کی نقل کردہ چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) ماء زمزم لما شرب له، علی شربہ لمرض شفاہ اللہ أو لجوع أشبعہ اللہ أو لحاجة قضاہا اللہ۔ (۱۵۲)

یعنی، زم زم کا پانی اس مقصد کے لیے ہے جس مقصد کے لیے پیا جائے جو اسے مرض کی وجہ سے پیئے تو اللہ عز وجل اُسے شفاء دے گا یا بھوک کی وجہ سے پیئے تو اللہ عز وجل اُسے سیر فرما دے گا یا حاجت کے لیے پیئے تو اللہ عز وجل اُس کی حاجت کو پورا فرما دے گا۔

(۲) ماء زمزم شفاء من كل داء۔ (۱۵۳)

یعنی، زم زم کے پانی میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔

(۳) خیر ماء علی وجه الأرض ماء زمزم، فیہ طعام من الطعم وشفاء من السقم۔ (۱۵۴)

(۱۵۲) كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال كتاب الفضائل، فضائل الأمكنة والأزمنة، زمزم، برقم ۳۴۷۷۱، ۱۰۱/۱۲

(۱۵۳) كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال كتاب الفضائل، فضائل الأمكنة والأزمنة، زمزم، برقم: ۳۴۷۷۲، ۱۰۱/۱۲

(۱۵۴) كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال كتاب الفضائل، فضائل الأمكنة والأزمنة، زمزم، برقم: ۳۴۷۷۴، ۱۰۲/۱۲

یعنی، زمزم کا پانی زمین پر بہترین پانی ہے اس میں کھانے والے کے لیے خوراک ہے اور بیماری سے شفاء ہے۔

(۴) زَمَزَمَ طَعَامٌ طُعِمَ وَشَفَاءٌ سَقِمٌ۔ (۱۵۵)

یعنی، زمزم کھانے والے کے لیے خوراک ہے اور بیماری سے شفاء دینے والا ہے۔

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی نقل کردہ دو روایتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَاءُ زَمَزَمَ لِمَا شَرِبَ لَهُ فَإِنْ شَرِبْتَهُ تَسْتَشْفِي بِهِ شِفَاكَ اللَّهُ۔ (۱۵۶)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زم زم کا پانی اس مقصد کے لیے ہے جس مقصد کے لیے پیا جائے اگر تو اسے اس لیے پیئے کہ اُسے شفاء حاصل ہو تو اللہ عز وجل تجھے شفاء عطا فرمائے گا۔

(۲) وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ فِي "مُسْنَدِهِ" مِنْ حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ رَفَعَهُ قَالَ: زَمَزَمٌ مُبَارَكَةٌ، إِنَّمَا طَعَامٌ طُعِمَ وَشَفَاءٌ سَقِمٌ۔ (۱۵۷)

(۱۵۵) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال كتاب الفضائل، فضائل الأمكنة والأزمنة، زمزم، برقم: ۱۰۲/۱۲، ۳۴۷۷۵

(۱۵۶) التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، كتاب الحج، باب دخول مكة.... إلخ، برقم: ۵۴۴/۲، ۱۰۷۸

(۱۵۷) التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، كتاب الحج، باب دخول مكة.... إلخ، برقم: ۵۴۵/۲، ۱۰۷۸

یعنی، ابو داود طیالسی نے اپنی "مسند" میں ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوعاً روایت کیا (اور) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمزم برکت والا ہے بے شک یہ کھانے والے کے لیے کھانا ہے اور بیماری سے شفاء ہے۔

اور امام ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مَاءُ زَمَزَمَ لِمَا شَرِبَ لَهُ مَنْ شَرِبَهُ لِمَرْضٍ شَفَاهُ اللَّهُ أَوْ لِحُجٍّ أَشْبَعَهُ اللَّهُ أَوْ لِحَاجَةٍ قَضَاهَا اللَّهُ۔ (۱۵۸)

یعنی، آب زم زم اس مقصد کے لئے ہے جس مقصد سے پیا جائے، جس نے اسے کسی مرض سے شفاء کے لئے پیا اللہ تعالیٰ اُسے شفاء عطا فرمائے اور جس نے بھوک مٹانے کو پیا اللہ تعالیٰ اُسے سیر کر دے گا، جس نے کسی حاجت کے لئے پیا اللہ تعالیٰ اس حاجت کو پورا فرما دے گا۔

اور علامہ ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وجاء ماء زمزم لما شرب له، إن شربته لتشفى شفاك الله، وإن شربته لتشبع أشبعك الله، وإن شربته لتقطع ظمأك قطع الله۔ (۱۵۹)

یعنی، آب زم زم کا پانی اس مقصد کے لیے ہے جس مقصد کے لیے پیا جائے اگر تو اس لیے پیے کہ تجھے شفاء حاصل ہو تو اللہ عز وجل تجھے شفاء دے گا اور اگر بھوک کی وجہ سے پیے تو اللہ عز وجل اُسے سیر فرما دے گا اور اگر تو اسے اپنی پیاس بجھانے کے لیے پیے تو اللہ عز وجل تیری پیاس کو ختم فرما دے گا۔

(۱۵۸) الفتح الكبير، حرف الميم، برقم: ۷۰/۳، ۱۰۳۹۱

(۱۵۹) السيرة الحلبية، باب ذكر أول الناس إيماناً به ﷺ، ۳۹۸/۱

اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے میں ہے کہ اُن کے پاس چالیس دن سوائے زمزم کے کچھ نہ تھا اور یہ انہیں کھانے سے کافی ہو گیا اور نہ صرف یہی بلکہ اُن کے پیٹ کی سلوٹ بھی جاتی رہی۔

چنانچہ امام ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد ارزقی متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں: اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَتَى كُنْتُ هَاهُنَا؟ قَالَ: قُلْتُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ بَيْنَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، وَمَا لِي طَعَامٌ وَلَا شَرَابٌ إِلَّا مَاءُ زَمْزَمَ، فَمَا أَجِدُ عَلَى كَبِدِي سُخْفَةً وَجَعٌ، وَلَقَدْ تَكَسَّرْتُ عُنْ بَطْنِي، فَقَالَ: إِنَّهَا طَعَامٌ طُعِمَ - (۱۶۰)

یعنی، (ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کب سے یہاں مقیم ہو؟ تو میں (ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی کہ چار عشرے (یعنی چالیس دن رات سے) اس درمیان میرے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہ تھا سوائے زمزم کے اور میں اپنی پیٹھ کے اوپر بھوک کی چربی کی مشقت نہیں پاتا اور تحقیق میرے پیٹ کی سلوٹ جاتی رہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک زمزم کھانے والے کے لیے کھانا ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں: پس اگر نوشیدہ شود اورا برائی ازاله عطش ازاله کند اورا واگر نوشیدہ شود اورا برائے شفاء مرض شفاء حاصل گردد و بدرستی کہ فائز گشتند بمطالب خود بسیاری از مردم کہ نوشیدند آب زم زم را برائے مطالب جلیله و مقاصد جمیلہ - (۱۶۱)

(۱۶۰) أخبار مكة وما جاء فيها من الآثار، ذكر فضل زمزم وما جاء في ذلك، ۴/۲۰

(۱۶۱) حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب درمیان طواف، فصل سوم، ص: ۱۳۸

یعنی، اگر اسے پیاس بجھانے کیلئے پیا تو پیاس بجھائے اور اسے مرض سے شفاء حاصل کرنے کے لیے پیا تو شفاء حاصل ہو اور ثابت ہے کہ بہت سے لوگوں نے (زمزم سے) اپنے مطالب جلیلہ اور مقاصد جمیلہ حاصل کیے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-55

يوم الأربعاء، ۳ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ - ۱۲ سبتمبر ۲۰۱۸م

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں 40 نمازیں پڑھنے کی فضیلت کا ثبوت

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اس لیے وہ مدینہ شریف سے بھی محبت رکھتا ہے اور مدینہ منورہ حاضری کو اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتا ہے لیکن مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے کا خصوصی طور پر اہتمام کیا جاتا ہے اور گروپ آپریٹرز بھی اس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اور حجاج کرام کی اگر ایک نماز بھی کم ہو جائے تو وہ گروپ آپریٹرز سے اس پر لڑتے ہیں تو اس کا سبب کیا ہے کیا اس بارے میں کوئی فرمان نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے تو بیان فرمائیں؟

(السائل: محمد سلیم، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقديس الجواب :- اس اہتمام وانتظام کا سبب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے کہ جس میں مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے والوں کے لیے جہنم سے آزادی، نفاق سے حفاظت اور عذاب سے نجات کی بشارت ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً، لَا يَفُوتُهُ صَلَاةً، كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَنَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ، وَبَرِيءٌ مِنَ النِّفَاقِ - (۱۶۲)

(۱۶۲) المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، برقم: ۱۲۵۸۳، ۴۰/۲۰

یعنی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو میری مسجد میں چالیس نمازیں قائم کرے اس طرح کہ اُس کی کوئی نماز فوت نہ ہو تو اُس کے لیے دوزخ سے اور عذاب سے آزادی اور نفاق سے بری ہونے کو لکھ دیا جائے گا۔“

امام أبو القاسم سلیمان بن أحمد بن یوب طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً، لَا يَفُوتُهُ صَلَاةٌ، كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَنَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ - (۱۶۳)

یعنی، حضرت انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو میری مسجد میں چالیس نمازیں قائم کرے اس طرح کہ اُس کی کوئی نماز فوت نہ ہو تو اُس کے لیے دوزخ کی آگ سے براءت اور عذاب سے آزادی کو لکھ دیا جائے گا۔“

امام نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان یثمی مصری متوفی ۸۰۷ھ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً لَا تَفُوتُهُ صَلَاةٌ كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النَّفَاقِ قُلْتُ: رَوَى التِّرْمِذِيُّ بَعْضَهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَالتَّطَبَّرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ - (۱۶۴)

یعنی، حضرت انس بن مالک سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

(۱۶۳) المعجم الأوسط، باب الميم، من إسمه محمد، برقم: ۵۴۴۴، ۱۲۷/۴

(۱۶۴) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الحج، باب فيمن صلى بالمدينة أربعين صلاة، برقم: ۵۸۷۸،

کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ”جو میری مسجد میں چالیس نمازیں قائم کرے اس طرح کہ اُس کی کوئی نماز فوت نہ ہو تو اُس کے لیے دوزخ سے آزادی اور عذاب سے نجات کو لکھ دیا جاتا ہے اور وہ نفاق سے بری ہو گیا۔“ (امام یثمی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے اس حدیث شریف کے بعض کو روایت کیا ہے امام احمد نے (المسند میں) اور امام طبرانی نے ”الأوسط“ میں اسے روایت کیا اور اس حدیث شریف کے رجال ثقات ہیں۔

لہذا حجاج کرام اور معتمرین حضرات کو چاہیے کہ وہ اس پر عمل پیرا ہو کر اس بشارت و حصول فضیلت کے مستحق بنیں لیکن اسے فرض یا واجب نہ جانیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-57

يوم الجمعة، ۵، محرم الحرام ۱۴۴۰ھ - ۱۴، ستمبر ۲۰۱۸م

مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی فضیلت کا حصول

کیا جماعت کے ساتھ ادائیگی پر موقوف ہے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازوں کی جو فضیلت ہے اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر یہ فضیلت حاصل ہوگی یا تنہا پڑھنے پر بھی فضیلت حاصل ہو سکتی کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے جماعت نہیں مل پاتی؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں یہ فضیلت مسجد نبوی میں چالیس نمازیں قائم کرنے پر موقوف ہے اور اس میں جماعت کی قید نہیں ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً، لَا يَقُوتُهُ صَلَاةٌ، كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَنَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ، وَبَرِيءٌ مِنَ النِّفَاقِ - (١٦٥)

یعنی، حضرت انس بن مالک سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو میری مسجد میں چالیس نمازیں قائم کرے اس طرح کہ اُس کی کوئی نماز فوت نہ ہو تو اُس کے لیے دوزخ سے براءت اور عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی اور وہ نفاق سے بری ہو جائے گا۔

یہ حدیث شریف مسجد نبوی میں چالیس نمازیں قائم کرنے کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور اس میں فضیلت کا حصول مطلق ہے جماعت کے ساتھ مقید نہیں ہے لہذا یہ فضیلت دونوں صورتوں میں حاصل ہو جائے گی خواہ کوئی شخص اپنی انفرادی نماز قائم کرے یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے مقید کرنا اس میں سختی پیدا کرنا ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءٍ اِِنْ تُبَدِّلَ لَكُمْ تَسْؤُكُمْ - (١٦٦)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں۔ (١٦٧)

آیت کے اس حصے کی تفسیر بیان کرتے ہوئے خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں بعض لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے یہ خاطر مبارک پر گراں ہوتا تھا، ایک روز فرمایا کہ جو جو

(١٦٥) المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، برقم: ١٢٥٨٣،

دریافت کرنا ہو دریافت کرو میں ہر بات کا جواب دوں گا، ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا انجام کیا ہے؟ فرمایا جہنم، دوسرے نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے اس کے اصلی باپ کا نام بتا دیا جس کے نطفہ سے وہ تھا کہ صدقہ ہے باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو جو ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ (تفسیر احمدی)

بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ فرماتے ہوئے فرمایا جس کو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرے، عبد اللہ بن حذافہ سہمی نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ پھر فرمایا اور پوچھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر اقرار ایمان و رسالت کے ساتھ معذرت پیش کی۔ ابن شہاب کی روایت ہے کہ عبد اللہ بن حذافہ کی والدہ نے ان سے شکایت کی اور کہا کہ تو بہت نالائق بیٹا ہے تجھے کیا معلوم کہ زمانہ جاہلیت کی عورتوں کا کیا حال تھا، خدا نخواستہ تیری ماں سے کوئی قصور ہوا ہوتا تو آج وہ کیسی رسوا ہوتی، اس پر عبد اللہ بن حذافہ نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حبشی غلام کو میرا باپ بتا دیتے تو میں یقین کے ساتھ مان لیتا۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ لوگ بطریق استہزاء اس قسم کے سوال کیا کرتے تھے، کوئی کہتا میرا باپ کون ہے، کوئی پوچھتا میری اونٹنی گم ہوگئی ہے وہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "مسلم شریف" کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا، اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا کہ جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہوا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ

کر سکتے۔ (۱۶۸)

امام قاضی صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود مجبوی بخاری حنفی متوفی ۷۷۷ھ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: فَهَذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُطْلَقَ يَجْرِي عَلَى إِطْلَاقِهِ، وَلَا يُحْمَلُ عَلَى الْمُقَيَّدِ لِأَنَّ التَّقْيِيدَ يُوجِبُ التَّغْلِيظَ۔ (۱۶۹)

یعنی، پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیشک مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور وہ مقید پر محمول نہ کیا جائے گا کیونکہ مقید کرنا سختی کو ثابت کرتا ہے۔ اب بھی اگر کوئی مطلق حکم کے بارے میں سوال پوچھ کر پیدا ہونے والی سختی کو دیکھنا چاہتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ سورہ بقرہ میں موجود گائے والا واقعہ جو کہ آیت نمبر (۶۷ سے ۷۱) میں مذکور ہے تو اس واقعہ کو اول تا آخر کسی معتمد تفسیر کی روشنی میں پڑھ لے تو اُسے اس بات کو سمجھنا نہایت آسان ہو جائے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-59

يوم الأحد، ۷، محرم الحرام ۱۴۴۰ھ - ۱۶ سبتمبر ۲۰۱۸م

مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں سب سے پہلے اس بات کو جاننا چاہیے کہ علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام شہروں میں سے زیادہ فضیلت والے شہر

(۱۶۸) خزائن العرفان، المائدة: ۱۰/۵، حاشیہ ف ۲۴۳، ص: ۲۲۴

(۱۶۹) التوضیح مع شرحه التلویح علی التوضیح لمتن التنقیح فی أصول الفقه، الباب الأول: تقسیم

اللفظ بالنسبة إلى المعنى، فصل: حکم المطلق والمقید، ۱/۱۱۶

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ ہیں۔

چنانچہ علامہ تفتی الدین محمد بن احمد بن علی فاسی کی مالکی متوفی ۸۳۲ھ لکھتے ہیں: وَلَا رَيْبُ فِي أَنَّ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ أَفْضَلُ مِنْ سَائِرِ الْبِلَادِ، لِاجْتِمَاعِ النَّاسِ عَلَى ذَلِكَ، كَمَا ذَكَرَهُ الْقَاضِي عِيَّاضٌ، كَمَا أَنَّ بَيْتَ الْمَقْدَسِ أَفْضَلُ مِنْ سَائِرِهَا بَعْدَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ لِاجْتِمَاعِ - (۱۷۰)

یعنی، اس بات میں شک نہیں کہ بے شک تمام شہروں سے افضل اس پر لوگوں کے اجماع کی وجہ سے مکہ اور مدینہ ہیں جیسا کہ اسے قاضی عیاض نے ذکر فرمایا جیسے بیت المقدس اجماع کی وجہ سے مکہ اور مدینہ کے بعد تمام شہروں سے افضل ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْبِلَادِ مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ زَادَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى شَرْفًا وَتَعْظِيمًا۔ (۱۷۱)

یعنی، علماء کا اس پر اجماع ہوا ہے کہ شہروں میں سے زیادہ فضیلت والے شہر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کی شرافت اور عظمت کو زائد فرمائے۔

اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: اجماع امت واتفاق علماست کہ افضل بقاع واکرم بلاد مکہ مکرمہ ومدینہ مشرفہ است زادہما اللہ تکریمًا وتشریفًا۔ (۱۷۲)

(۱۷۰) شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، الباب الخامس: ذكر الأحاديث الدالة على أن مكة أفضل من غيرهما من البلاد.... إلخ، ۱/۱۰۶

(۱۷۱) لباب المناسك وعباب المسالك، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل في التفضيل بين مكة والمدینة والمجاورة فيهما، ص ۳۲۸

(۱۷۲) جذب القلوب إلى ديار المحبوب ﷺ، باب دوم، در بیان فضائل مدینہ اینمعنی، ص ۱۶

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یعنی، اُمت کا اجماع اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ افضل مقامات و بزرگی والے شہروں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کی شرافت اور عزت کو زائد فرمائے۔

لیکن اکابر علماء دین کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کون سا شہر افضل ہے؟ چنانچہ ملاً علی قاری حنفی لکھتے ہیں: وَ اِخْتَلَفُوا أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ (۱۷۳) یعنی، علماء کا اس میں اختلاف ہوا ہے کہ مکہ اور مدینہ میں کون سا شہر افضل ہے؟ یاد رہے کہ اس حوالے سے تین قول ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے۔

(۲) مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

(۳) ان دونوں کے درمیان (فضیلت میں) برابری ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملاً علی قاری حنفی لکھتے ہیں: (فَقِيلَ: مَكَّةُ أَفْضَلُ مِنَ الْمَدِينَةِ) وَهُوَ مَذْهَبُ الْأَثَمَةِ الثَّلَاثَةِ وَالْمَرْوِيِّ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ، (وَقِيلَ الْمَدِينَةُ أَفْضَلُ مِنْ مَكَّةَ) وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ الْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ، قِيلَ: وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ. وَلَعَلَّ هَذَا مَخْصُوصٌ بِحَيَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بِالنَّسْبَةِ إِلَى الْمُهَاجِرِينَ مِنْ مَكَّةَ، (وَقِيلَ بِالنَّسْبَةِ بَيْنَهُمَا). هَذَا قَوْلٌ مَجْهُولٌ لَا مَنْقُولٌ وَلَا مَعْقُولٌ۔ (۱۷۴)

(۱۷۳) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل في التفضيل بين مكة والمدينة، تحت قوله: اجتمعوا على أنَّ أَفْضَلَ الْبِلَادِ مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ زَادَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى شَرَفًا وَتَعْظِيمًا.... إلخ، ص: ۷۴۶

(۱۷۴) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل في التفضيل بين مكة والمدينة، ص: ۷۴۶-۷۴۷

یعنی، پس کہا گیا کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا مذہب ہے اور یہی بعض صحابہ سے مروی ہے اور کہا گیا کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے اور یہی بعض مالکیہ اور شافعیہ کا قول ہے اور شوافع میں سے جو ان سے (اس قول) میں تابع ہوئے اور کہا گیا کہ یہی بعض صحابہ سے مروی ہے اور شاید یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص ہے یا مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے اور کہا گیا کہ ان دونوں کے درمیان (فضیلت میں) برابری ہے یہ قول نامعلوم، غیر منقول اور عقل میں آنے والا نہیں۔

اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محمد ث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: وبالجملة بعد از استشار موضع قبر شریف در تفضیل مکہ بر مدینہ باعکس اختلاف ست مذهب امیر المؤمنین عمرو عبد اللہ بن عمر و طائفہ دیگر از صحابہ رضی اللہ عنہم و مذهب امام مالک و اکثر علماء مدینہ تفضیل مدینہ است بر مکہ و بعضی دیگر از علمادر تفضیل مدینہ بر مکہ موافق ایشان رفتہ ولیکن کعبہ شریفہ را ازان میان استثنا نموده گفته کہ مدینہ افضل است از مکہ إلا خانہ کعبہ پس محصل کلام چنان آید کہ قبر شریف حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات افضل و اکرم بود علی الاطلاق والعموم چہ بر بلدہ مکرمہ مکہ و چہ بر خانہ کعبہ مشرفہ و خانہ کعبہ افضل بودار بلدہ مکرمہ مطیبہ مدینہ غیر بقعہ شریفہ قبر نبوی ﷺ و باقی مدینہ افضل از باقی مکہ یا علی العکس در اینجا اختلاف ست۔ (۱۷۵)

یعنی، خلاصہ کلام یہ کہ موضع قبر شریف کے علاوہ مکہ کو مدینہ پر اور مدینہ کو مکہ پر فضیلت دینے میں علماء کا اختلاف ہے مذہبِ امیر المؤمنین عمر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نیز دیگر صحابہ کی جماعت رضی اللہ عنہم، امام مالک، اکثر مدینہ کے علماء اور بعض دیگر علماء بھی مدینہ کو مکہ پر فضیلت دیتے ہیں لیکن یہ بھی کعبہ شریف کا استثناء کرتے ہیں کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے سواء مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ پر فضیلت دیتے ہیں پس حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف مطلقاً اور بالعموم افضل و مکرم ہے اور خانہ کعبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے علاوہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور باقی مدینہ منورہ افضل ہے باقی مکہ مکرمہ سے یا باقی مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اس میں اختلاف ہے۔

واضح رہے کہ رائج قول کے مطابق مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے سوائے اس کے کہ جو زمین کا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک اعضاء کو مس کئے ہوئے ہے۔

چنانچہ علامہ محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمن حنفی حاکمی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: وَمَكَّةُ أَفْضَلُ مِنْهَا عَلَى الرَّاجِحِ إِلَّا مَا ضَمَّ أَغْضَاءُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَإِنَّهُ أَفْضَلُ مُطْلَقًا حَتَّى مِنْ الْكُعْبَةِ وَالْعَرْشِ وَالْكَرْسِيِّ - (۱۷۶)

یعنی، مکہ مکرمہ رائج قول کے مطابق مدینہ طیبہ سے افضل ہے سوائے اس کے کہ جو زمین کا حصہ حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ کو ملا ہوا ہے پس بے شک یہ مطلقاً افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ، عرش اور کرسی سے بھی۔

اس عبارت کے تحت علامہ سید احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: وَهُوَ قَوْلُ

(۱۷۶) (الدَّر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، تحت قولہ: ثم یجامع، وهو أولى من التحلیل بجماع،

عُلمائنا والشافعی وأحمد خلافاً لمالك - (۱۷۷)
یعنی، یہی ہمارے علماء (احناف)، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے بخلاف امام مالک کے۔

اسی کی مثل امام برہان الدین ابوالصفا شیخ ابراہیم بن مصطفیٰ بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۱۱۹۰ھ نے ”تحفة الأخیار علی الدر المختار“ (۱۷۸) میں لکھا ہے۔

اور علامہ محمد عابد بن احمد سندھی انصاری حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ھ لکھتے ہیں:
أى من المدينة الشريفة على الراجح لحديث أن مكة خير بلاد الله - (۱۷۹)
یعنی، ”مکہ مکرمہ“ مدینہ منورہ سے رائج قول کے مطابق افضل ہے (اس کا افضل ہونا) حدیث کی وجہ سے ہے کہ بے شک مکہ اللہ عزوجل کے شہروں میں سے زیادہ بہتر ہے۔

اور جمہور حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے۔
چنانچہ ”ملفوظات اعلیٰ حضرت“ میں سے کچھ حصہ درج ذیل ہے:
عرض: حضور! مدینہ طیبہ میں ایک نماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے اور مکہ معظمہ میں ایک لاکھ کا، اس سے مکہ معظمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے؟

ارشاد: جمہور حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مدینہ
(۱۷۷) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، تحت قولہ: علی
الراجح، ۵۶۱/۱

(۱۷۸) تحفة الأخیار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، تحت قولہ: علی الراجح، ص ۱۶۴،
مخطوط مصور

(۱۷۹) طوابع الأنوار شرح الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، تحت قولہ: ومكة أفضل منها، ۴،

افضل اور یہی مذہب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ (۱۸۰)
لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام اہلسنت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ کا
موقف جمہور حنفیہ کے موافق نہیں بلکہ مذہب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے موافق ہے۔

چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ خود ہی لکھتے ہیں: ثُرِبَتْ اطهر
یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے صرح بہ
عقیل الحنبلی و تلقاه العلماء بالقبول (اس پر ابو عقیل حنبلی نے تصریح کی اور تمام علماء
نے اسے قبول کیا) باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں، کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ
سے افضل ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظمہ
سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول اور
یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ (۱۸۱)

اور آپ نے اپنے ایک شعر میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:
طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے (۱۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-13

یوم الإثنين، ۱۰ شوال المکرم، ۱۴۳۹ھ - ۲۵ جون، ۲۰۱۸ء

(۱۸۰) ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص ۲۳۷

(۱۸۱) الفتاویٰ الرضویہ، کتاب الحج، شرائط حج، ۷۱/۱۰

(۱۸۲) حدائق بخشش، ص ۱۹۳

مسجد ہی میں اسپرے اور آب زمزم سے وضو کرنا کیسا؟
الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں حرم شریف میں وضو
خانہ بہت دور بنا ہوا ہے تو تربت کرنے والے کہتے ہیں کہ حرم میں اسپرے یا وہاں پر آب
زمزم سے وضو کر لیں تو کیا اس کی اجازت ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں جو جگہ مخصوص ہے وہیں جا کر وضو
کرنا چاہیے خواہ مسجد حرام ہو یا کوئی اور مسجد، کیونکہ اس سے فرش مسجد کے آلودہ ہونے کا قوی
امکان ہے اور یہ یاد رہے کہ مسجد کے فرش پر وضو کے پانی کے قطرے گرانا مکروہ تحریمی ہے۔
چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: ہر عضو دھو کر اس
پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ بوندیں بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں، خصوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ
قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱۸۳)

لیکن اگر کسی نے مسجد ہی میں اسپرے سے وضو کر لیا تو اس کا وضو ہو جائے
گا بشرطیکہ چوتھائی سر کا مسح ہو جائے اور اعضاء ثلاثہ دھل جائیں اور اصح قول کے مطابق
دھلنا اُسی وقت شمار ہوگا جب کسی عضو پر دو دو قطرے بہ جائیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ بن غزی تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین
حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (غسل الوجه) أى إسالة الماء مع التقاط ولو
قطرة. وفى الفَيْضِ: أَقْلُهُ قَطْرَتَانِ فى الْأَصَحِّ۔ (۱۸۴)

یعنی، چہرے کا دھونا فرض ہے دھونے سے مراد پانی کا بہانا ہے اگرچہ ایک ہی

(۱۸۳) بہار شریعت، طہارت کا بیان، وضو کا بیان، مسئلہ ۵۰، ۲۹۸/۱

(۱۸۴) تنویر الأبصار مع شرحہ الدر المختار، کتاب الطہارۃ، أركان الوضوء أربعة، ص ۱۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قطرہ ہواور ”فیض“ میں ہے کہ اس کی کم از کم مقدار اصرح قول کے مطابق دو قطرے ہے۔ اور اگر کسی نے آب زم زم سے وضو کیا تو اس کا وضو تو ہو جائے گا لیکن بہتر یہی ہے کہ اس سے بطور تبرک وضو کیا جائے کیونکہ آب زم زم کو حقیقی اور حکمی نجاست دور کرنے کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں: (ویجوز الإغتسال والتوضؤ بماء زمزم) ولا یکره عند الثلاثة خلافاً لأحمد (علی وجه التبرک) أى لا بأس بما ذکر، إلا أنه ینبغی أن یتعمله علی قصد التبرک بالمسح، أو الغسل أو التجدید فی الوضوء (ولا یستعمل إلا علی شیء طاهر) فلا ینبغی أن یغسل به ثوب نجس ولا أن یغتسل به جنب ولا محدث ولا فی مکان نجس۔ (۱۸۵)

یعنی، ماء زم زم سے تبرک کے طور پر غسل اور وضو کرنا جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک مکروہ نہیں ہے بخلاف امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (ملا علی بن سلطان قاری حنفی فرماتے ہیں) یعنی، جو ذکر کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر مناسب یہی ہے کہ اسے مسح کرنے، دھونے، یا تجدید وضو کے لئے بطور تبرک استعمال کیا جائے، اور اسے پاک چیز پر استعمال کیا جائے پس اس سے ناپاک کپڑے کو نہیں دھونا چاہیے اور اس سے ”جنبی“ کو غسل اور ”محدث“ کو وضو نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ناپاک جگہ میں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-68

یوم الخميس، ۱۵ ربيع الآخر ۱۴۴۰ھ۔ ۲۱ دسمبر ۲۰۱۸ء

(۱۸۵) لباب المناسک و شرحه المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط، باب المتفرقات، فی احکام

ماء زم زم، ص ۶۹۹

حائضہ مکمل طواف زیارت کر لے تو اس پر کیا لازم ہوگا جبکہ وہ مکہ میں ہو؟
الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حالت حیض میں مکمل طواف زیارت کر لے اور پھر وہ مکہ ہی میں پاک ہو جائے تو اس پر کیا لازم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:- صورت مسئلہ میں حالت ماہواری میں طواف زیارت کرنے سے بدنہ لازم آیا اور وہ عورت گنہگار ہوئی۔ اگر مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بارہ تاریخ کے غروب آفتاب سے قبل اس طواف کا اعادہ کر لیتی ہے تو بدنہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اس تاریخ کے بعد کرتی ہے تو بدنہ ساقط ہو جائے اور دم لازم آئے گا اور توبہ بہر حال کرنی ہوگی کیونکہ حالت ماہواری میں طواف زیارت کرنے پر بدنہ لازم آتا ہے۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: لو طاف للزيارة جنباً أو حائضاً أو نفساء كله أو أكثره وهو أربعة أشواط فعليه بدنة۔ (۱۸۶)
یعنی، اگر جنبی حائضہ، یا نفاس والی نے مکمل یا اکثر طواف زیارت کیا تو اس پر بدنہ لازم ہوگا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: طواف فرض گل یا اکثر یعنی چار پھیرے جنابت یا حیض و نفاس میں کیا ہے تو بدنہ ہے۔ (۱۸۷)
نیز ایسی عورت پر مکہ میں ہوتے ہوئے طواف زیارت کا اعادہ بھی واجب ہے۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ

(۱۸۶) لباب المناسک، باب الجنایات، النوع الخامس: فی الجنایات فی أفعال الحج كالطواف

والسعی، فصل فی حکم الجنابة فی الطواف زیارة، ص ۲۱۳

(۱۸۷) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۱/۵۷۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لکھتے ہیں: (وعليه أن يعيده) أى طوافه ذلك ما دام مكة (طاهراً) أى من الحديثين (حتماً) أى وجوباً۔ (۱۸۸)

یعنی، اس پر دونوں حدیث سے پاک ہو جانے کے بعد طوافِ زیارت کا اعادہ واجب ہے جب کہ مکہ میں ہو۔

اور اگر ایسی خاتون بارہویں ذوالحجہ کے غروب سے قبل پاک ہوئی، اور ایامِ نحر ہی میں طواف کا اعادہ کر لیا تو اس سے مکمل طور پر کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں: ثم إن أعاده في أيام النحر فلا شيء عليه۔ (۱۸۹)

یعنی، پھر اگر ایامِ نحر میں طوافِ زیارت کا اعادہ کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر ایامِ نحر کے بعد طواف کا اعادہ ہوا تو اس سے بدنہ تو بہر حال ساقط ہو جائے گا لیکن تاخیر کی وجہ سے دم دینا ہوگا۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مولانا علی قاری لکھتے ہیں: (وإن أعاده بعد أيام النحر سقطت عنه البدنة) اتفاقاً ولزمه شاة للتأخير۔ (۱۹۰)

یعنی، اور اگر ایامِ نحر کے بعد (پاک ہو کر) طواف کا اعادہ کیا تو اس سے بدنہ تو بالاتفاق ساقط ہو جائے گا لیکن تاخیر کی وجہ سے دم دینا ہوگا۔

(۱۸۸) لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات وأنواعها، النوع الخامس: في حكم الجنایات في أفعال الحج، ص ۴۸۸
(۱۸۹) لباب المناسك، باب الجنایات، النوع الخامس: في الجنایات في أفعال الحج كالطواف والسعي، فصل في حكم الجنابة في الطواف الزيارة، ص ۲۱۳

(۱۹۰) لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات وأنواعها، النوع الخامس: في حكم الجنایات في أفعال الحج، ص ۴۸۹

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: بارہویں کے بعد (اعادہ) کیا تو دم لازم، بدنہ ساقط۔ لہذا اگر طوافِ فرض بارہویں کے بعد کیا ہے تو دم ساقط نہ ہوگا کہ بارہویں تو گزر گئی۔ (۱۹۱)

اور توبہ بہر حال رہے گا کیونکہ اس سے امر ممنوع کا وقوع ہوا ہے جس سے وہ گنہگار ہوئی اور گناہ کفارہ ادا کرنے سے معاف نہیں ہوتا اور نہ ہی اعادہ کرنے سے، وہ صرف سچی توبہ سے معاف ہوتا ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-88

يوم الجمعة، ۱۹ رمضان المبارك، ۱۴۴۰ھ۔ ۲۴ مئی ۲۰۱۹م

﴿ماخذ ومراجع﴾

- ١- أحكام القرآن، للإمام أبي بكر محمد بن عبد الله ابن العربي (ت ٥٤٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت
- ٢- أخبار مكة وما جاء فيها من الآثار، للإمام أبي الوليد محمد بن عبد الله بن أحمد أرزقي (ت ٢٥٠هـ)، مطبوعة: مكتبة الثقافة، مكة المكرمة، الطبعة العاشرة، ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م
- ٣- الآثار لأبي يوسف، للإمام أبي يوسف يعقوب بن إبراهيم أنصاري (ت ١٩٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت
- ٤- البحر الرائق شرح كنز الدقائق، لابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد المصري الحنفى (ت ٩٧٠هـ)، ضبطه الشيخ زكريا عميرات، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٥- البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج إلى بيت الله العتيق، لابن الضياء، محمد بن أحمد المكي الحنفى (ت ٨٥٤هـ)، تحقيق عبد الله نذير أحمد عبد الرحمن مزى، مطبوعة: مؤسسة الريان، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٣٢هـ-٢٠١١م
- ٦- التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، للإمام شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢هـ)، مطبوعة: مؤسسة قرطبة، الطبعة الثانية ١٤٢٦هـ-٢٠٠٦م
- ٧- التوضيح مع شرحه التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه، للإمام عبيد الله بن مسعود محبوبى بخارى حنفى (ت ٧٤٧هـ) ،

- مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ-١٩٩٦م
- ٨- الجامع شعب الإيمان، المناسك، للإمام أبي بكر أحمد بن حسين بن علي البيهقي (ت ٤٥٨هـ)، مطبوعة: مكتبة الرشيد، رياض، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ-٢٠٠٣م
 - ٩- الجامع لأحكام القرآن، للإمام أبي عبد الله محمد بن أحمد الانصارى القرطبي (ت ٦٦٨هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ-١٩٩٥م
 - ١٠- الجوهرة النيرة شرح القدورى للإمام أبي بكر بن علي بن محمد حدادى الحنفى (ت ٨٠٠هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م
 - ١١- رد المحتار على الدر المختار للشامى، محمد أمين بن عمر ابن العابدين الحنفى، تحقيق عبد المجيد طعمه الحلبي (ت ١٢٥٢هـ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م
 - ١٢- الدراية فيما جاء فى ماء زمزم من الرواية، للإمام شهاب الدين أحمد بن على بن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢هـ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ١٤٣٤هـ-٢٠١٣م
 - ١٣- الدرّة المنتشرة فى الأحاديث المشتهرة، للإمام أبى الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر سيوطى (ت ٩١١هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ-١٩٨٨م
 - ١٤- السنن الكبرى، للإمام أبى بكر أحمد بن حسين بن على البيهقي (ت ٤٥٨هـ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، مطبوعة: دار الكتب

العلمية، بيروت، ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م

- ١٥- السيرة الحلبية، للعلامة أبي الفرج نور الدين علي بن إبراهيم بن أحمد حلي شافعي (ت ١٠٤٤ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م
- ١٦- الفتاوى الثاترا رخانه، للعلامة فريد الدين عالم بن العلاء الإندريتي الدهلوي الهندي حنفي (ت ٧٨٦ هـ)، مطبوعة: مكتبة فاروقيه، كوئته
- ١٧- الفتاوى الرضوية، للإمام أحمد رضا بن نقي علي خان الحنفي (ت ١٣٤٠ هـ)، مطبوعة: رضا فاؤنڈيشن، لاهور، ١٤١٧هـ-١٩٩٦م
- ١٨- الفتاوى الهندية، للعلامة نظام الدين الحنفي (ت ١١٦١ هـ) وجماعة من علماء الهند، مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ هـ-١٩٧٣م
- ١٩- الفتح الكبير، للإمام أبي الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر سيوطي (ت ٩١١ هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ-٢٠٠٣م
- ٢٠- القرآن الكريم
- ٢١- اللباب في شرح الكتاب، للإمام عبد الغني بن طالب الحنفي (ت ١٢٩٨ هـ)، مطبوعة: دار الكتاب العربي، بيروت، ١٤٢٥هـ-٢٠٠٤م
- ٢٢- المحيط البرهاني، للإمام برهان الدين أبي المعالي محمود بن صدر الشريعة ابن مازة البخاري (ت ٦١٦ هـ)، مطبوعة: إدارة القرآن، كراتشي
- ٢٣- المسلك المتقسط في المنسك المتوسط للقاري، للإمام نور الدين علي

- بن محمد سلطان الهروي الحنفي (ت ١٠١٤ هـ)، محقق محمد طلحه بلال احمد مينار، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤٣٠هـ-٢٠٠٩م
- ٢٤- المسند للإمام أحمد بن حنبل، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ هـ)، مطبوعة: مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٢٥- المصنّف لابن أبي شيبة، للإمام أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة عيسى كوفي (ت ٢٣٥ هـ)، مطبوعة: دار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م
- ٢٦- المعجم الأوسط، للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب طبراني (ت ٣٦٠ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م
- ٢٧- المعجم الكبير، للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد طبراني (ت ٣٦٠ هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربي، بيروت، ١٤٢٢هـ-٢٠٠٢م
- ٢٨- الدر المختار شرح تنوير الأبصار، للعلامة علاؤ الدين محمد بن علي بن محمد بن علي بن عبد الرحمن حصكفي الحنفي (ت ١٠٨٨ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م
- ٢٩- الموسوعة الفقهية، تأليف: هيئته كبار علماء الإسلام، إصدار وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت، الطبعة الثالثة ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م
- ٣٠- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، للكاساني، علاؤ الدين أبي بكر بن مسعود الحنفي (ت ٥٨٧ هـ) تحقيق وتعليق على محمد معوض و عادل

- أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٣١- بهار شريعت، صدر الشريعة محمد أمجد علي أعظمي حنفي (ت ١٣٦٤هـ)، ناشر: مكتبة المدينة، كراچی، طباعت ١٣٣٥هـ-٢٠١٣م
- ٣٢- تاريخ المدينة المنورة لابن شبه، للإمام أبي زيد عمر بن شبه نميري بصرى، مطبوعة: دار التراث،، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ-١٩٩٠م
- ٣٣- تاريخ مكة المكرمة، ذاكتر محمد الياس عبدالغنى، مطبوعة: مطابع الرشيد، المدينة المنورة
- ٣٤- تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، للإمام فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفى (ت ٧٤٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م
- ٣٥- تحفة الأخيار على الدر المختار، للإمام برهان الدين ابراهيم بن مصطفى بن ابراهيم حلبى حنفى (ت ١١٩٠هـ)، مخطوط مصور
- ٣٦- تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف، للإمام جمال الدين أبي الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزى (ت ٧٤٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م
- ٣٧- تحفة الفقهاء، للعلامة أبي بكر علاء الدين محمد بن أحمد السمرقندى (ت ٥٤٠/٥٣٩هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت ١٤٢٢هـ ٢٠٠٢م
- ٣٨- تفسير الثعالبي المسمى بالجواهر الحسان فى تفسير القرآن، للإمام عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف أبى زيد ثعالبي مالكي (ت ٨٧٥هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٣٩- تنوير الأبصار، للعلامة محمد بن عبد الله بن غزى تمر تاشى الحنفى

- (ت ١٠٠٤هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م
- ٤٠- جذب القلوب الى ديار المحبوب صلى الله عليه وسلم، شيخ عبد الحق محدث دهلوى حنفى (ت ١٠٥٢هـ)، مطبوعة: النوريه الرضويه پبلشنگ كمپنى، لاهور، سن طباعت ١٤٣١هـ
- ٤١- حاشية الطحطاوى على الدر المختار، للعلامة سيد أحمد طحطاوى حنفى (ت ١٢٣١هـ)، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت
- ٤٢- حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، للعلامة أبى جعفر احمد بن محمد بن اسماعيل الطحطاوى الحنفى (ت ١٢٣١هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٤٣- حدائق بخشش، للإمام أحمد رضا بن نقى على خان الحنفى (ت ١٣٤٠هـ)، مطبوعة: مكتبة المدينة، كراتشى، اشاعت ١٤٣٣هـ-٢٠١٢م
- ٤٤- حیات القلوب فى زيارة المحبوب، للسندى المخدوم محمد هاشم بن عبد الغفور الحارثى التتوى الحنفى (ت ١١٧٤هـ)، إدارة المعارف، كراتشى ١٣٩١هـ
- ٤٥- خزائن العرفان، صدر الأفاضل سيد محمد نعيم الدين (ت ١٣٦٧هـ)، مطبوعة: ضياء القرآن، كراچی
- ٤٦- سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد، للإمام محمد بن يوسف صالحى شامى (ت ٩٤٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ-١٩٩٣م

الْعُرْوَةُ فِي مَنَاسِكِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

101

- ٤٧- سنن ابن ماجة، للإمام أبى عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجة قزوینی (ت ٢٧٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-١٩٩٨م
- ٤٨- سنن أبى داؤد، للإمام سليمان بن أشعث السجستاني (ت ٢٧٥هـ)، تعليق عبید الدّعاس وعادل السّید، مطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٤٩- سنن الترمذی، للإمام أبى عيسى محمد بن عيسى ترمذی، تحقيق: محمود محمد محمود حسن نصّار، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م
- ٥٠- سنن الدارقطني، للإمام على بن عمر الدارقطني (ت ٣٨٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٦م
- ٥١- سنن النسائي، للإمام أبى عبد الرحمن أحمد بن شعيب نسائي (ت ٣٠٣هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، ١٤١٥هـ-١٩٩٥م
- ٥٢- شرح السنّة، للإمام أبى محمد حسين بن مسعود بغوی (ت ٥١٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م
- ٥٣- شرح مختصر الطحاوى، للإمام أبى بكر جصاص رازى حنفى (ت ٣٧٠هـ)، مطبوعة: دار السراج، المدينة المنورة، الطبعة الثانية ١٤٣١هـ ٢٠١٠م
- ٥٤- شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، للعلامة تقى الدين محمد بن أحمد بن على فاسى مكى مالکى (ت ٨٣٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م

فتاوى حج وعمره (حصه چهارم)

102

- ٥٥- صحيح البخارى، للإمام أبى عبد الله محمد بن إسماعيل ابن ابراهيم بن المغيرة بن بردبة (ت ٢٥٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م
- ٥٦- صحيح مسلم، للإمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (ت ٢٦١هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت
- ٥٧- طوابع الأنوار شرح الدر المختار، للإمام محمد عابد بن أحمد سندهى أنصارى الحنفى (ت ١٢٥٧هـ/١٨٤١م)، مخطوط مصور
- ٥٨- عمدة السالك فى المناسك، للإمام أبى الحسن علاء الدين على ابن بلبان الفارسي المصري الحنفى (ت ٧٣٩هـ)، مطبوعة: دار اللباب، الطبعة الأولى ١٤٣٨هـ-٢٠١٧م
- ٥٩- فتح القدير شرح الهداية، لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفى (ت ٦٨١هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى، بيروت
- ٦٠- كتاب المبسوط للسرخسى، للإمام شمس الدين ابوبكر محمد السرخسى الحنفى (ت ٤٩٠هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م
- ٦١- كمال الدراية وجمع الرواية والدراية من شروح ملتقى الأبحر، للعلامة محمد بن ولى بن رسول ازميرى الحنفى (ت ١١٦٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٣٨هـ-٢٠١٧م
- ٦٢- كنز الدقائق، للإمام أبى البركات عبد الله بن احمد نسفى حنفى (ت ٧١٠هـ)، مطبوعة: دار السراج، المدينة المنورة، الطبعة الأولى ١٤٣٢هـ-٢٠١١م

- ٦٣- كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، للعلامة علاء الدين علي المتقي بن حسام الدين هندی (ت ٩٧٥ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٤ م
- ٦٤- كنز الإيمان، للإمام أحمد رضا الحنفی (ت ١٣٤٠ هـ)
- ٦٥- لباب المناسك وُعُباب المسالك، للإمام رحمة الله بن عبد الله بن إبراهيم السُّنْدِي الحنفی (ت ٩٩٣ هـ)، مطبوعة: دار قرطبة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢١ هـ
- ٦٦- لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، للعلامة عبد الحق الدهلوی (ت ١٠٥٢ هـ)، مطبوعة: دار النوادر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٣٥ هـ - ٢٠١٤ م
- ٦٧- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للإمام نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان هيثمی مصري (ت ٨٠٧ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١ م
- ٦٨- مختصر الطحاوي، للإمام أحمد بن محمد بن سلامة طحاوي حنفی (ت ٣٢١ هـ)، مطبوعة: الدار المالكية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٣٧ هـ - ٢٠١٦ م
- ٦٩- مختصر القدوري، للإمام أبي الحسين أحمد بن محمد البغدادي المعروف بالقُدُوري الحنفی (ت ٤٢٨ هـ)، مطبوعة: مؤسسة الريان، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦ هـ - ٢٠٠٥ م
- ٧٠- مراقى الفلاح، للعلامة أبي الإخلاص حسن بن عمار شرنبلاي حنفی (ت ١٠٦٩ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة

- الأولى ١٤١٥ هـ - ١٩٩٥ م
- ٧١- ملتقى الأبحر، للعلامة فقيه إبراهيم بن محمد بن إبراهيم حلبی حنفی (ت ٩٥٦ هـ)، مطبوعة: دار البيروتی، دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٦ هـ - ٢٠٠٥ م
- ٧٢- ملفوظات أعلی حضرت، للإمام أحمد رضا بن نقی علي خان الحنفی (ت ١٣٤٠ هـ)، مطبوعة: مكتبة المدينة، كراتشي، الطبعة الرابعة ١٤٣٤ هـ - ٢٠١٣ م
- ٧٣- مناحل الشفا ومناهل الصفا بتحقيق كتاب شرف المصطفى صلى الله عليه وسلم، للإمام أبي سعد عبد الملك بن أبي عثمان محمد بن إبراهيم خركوشي نيسابوري (ت ٤٠٦ هـ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م
- ٧٤- منحة الخالق على البحر الرائق، للعلامة محمد أمين بن عمر ابن العابدين الحنفی (ت ١٢٥٢ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ هـ - ١٩٩٧ م
- ٧٥- موسوعة الطب النبوي، للإمام أبي نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن اسحاق اصفهاني (ت ٤٣٠ هـ)، مطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠٦ م
- ٧٦- نور الإيضاح، للعلامة أبي الإخلاص حسن بن عمار شرنبلاي حنفی (ت ١٠٦٩ هـ)، مطبوعة: مكتبة بركات المدينة